Scanned By Pakistan.web.pk

بعض دفعہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کسی کو کیوں یاد کرتے ہیں۔۔۔ یاد کرتے ہیں تو کوئی یاد آتا ہے۔۔۔ یا یاد آتا ہے' تو یاد کرتے ہیں۔۔۔؟ دل یہ معمہ کہاں حل کر پاتا ہے۔

☼ ☼ ☼

فجر کے بعد وہ مسلسل کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔ کال نہیں تو کوئی ای میل سہی۔ اس نے وقفے وقفے سے اسے چار پانچ ای میلز کی تھیں پھر وہ مایوس ہو گئی۔ جواب نہ آنے کا مطلب تھا کہ وہ ای میلز چیک نہیں کر رہا تھا۔

اگلے دن اداسی کا دورہ پہلے سے بھی شدید تھا۔ اس دن وہ پینٹنگ کر سکی نہ کوئی کتاب پڑھ سکی' اور اس نے کھانا بھی نہیں پکایا۔ فریج میں پچھلے چند دنوں کا پڑا ہوا کھانا کھا لیا۔ شام تک' وہ اگلے دن سعیدہ اماں کے ہاں جانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کا خیال تھا یہ تنہائی تھی جو اسے مضمحل کر رہی ہے۔ وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ نو سال تنہا ہی رہی تھی۔ اس سے زیادہ تنہا' اس سے زیادہ برے حالات میں۔

اس دن اسے سالار کی تین لائنوں کی ایک ای میل ملی تھی اور ان تین لائنوں کو اس نے رات تک کم از کم تین سو بار پڑھا تھا۔

"Hi Sweet heart! How are you? This work shop has really nailed me down' How is your painting going? Love you-"

"ہائی سویٹ ہارٹ!
کیا حال ہے؟ اس ورک شاپ نے تو جیسے مجھے جکڑ لیا ہے۔ تمہاری پینٹنگ کیسی چل رہی ہیں' لو یو۔"

ان تین جملوں کی ایک میل کے جواب میں اس نے اسے ایک لمبی ای میل کی تھی' جس میں اسے اپنی ہر ایکٹویٹی بتائی تھی۔ ایک کے بعد دوسرا' دوسرے کے بعد تیسرا جھوٹ۔ وہ اس سے یہ کیسے کہہ دیتی کہ وہ اداس ہے پھر وہ وجہ پوچھتا تو اسے وہ اپنی اداسی کی کیا وجہ بتاتی۔۔۔؟

☼ ☼ ☼

"بیٹا! چہرہ کیوں اترا ہوا ہے تمہارا؟ کوئی پریشانی ہے۔۔۔؟ جھگڑا کر کے تو نہیں گیا سالار تمہارے ساتھ؟" سعیدہ اماں نے اس کے چہرے پر پہلی نظر ڈالتے ہی اپنے سوالوں سے اسے بوکھلا دیا تھا۔ وہ بری طرح متفکر ہوئی تھیں۔

"نہیں' نہیں' کچھ بھی نہیں ہوا۔ بس ایسے ہی گھر میں اکیلی تھی' شاید اس لیے۔۔۔"

اس نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں بہلایا' لیکن وہ مطمئن نہیں ہوئیں۔

امامہ نے کپڑوں کا بیگ کمرے میں رکھنے کے فوراً بعد ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو دیکھا۔ پانچ دنوں میں پہلی بار' اس نے اپنے عکس پر غور کیا تھا۔ وہ واقعی بہت پریشان لگ رہی تھی۔ سعیدہ اماں اگر پریشان ہوئی تھیں تو کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی' کوئی بھی اس کا چہرہ آسانی سے پڑھ سکتا تھا۔

اگلے دس منٹ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ اپنے چہرے کے اعصاب اور تاثرات کو ریلیکس کرنے کی ایکسرسائز کرتی رہی۔ مسکرا کر' گہرے سانس لے کر' چہرے کے تاثرات کو نرم رکھ کر' پھر جیسے زچ ہو کر اس نے شکست مان لی۔

"جہنم میں جائے' اب لگتی ہوں پریشان تو میں کیا کروں۔۔۔؟ کتنا مسکراؤں میں۔۔۔؟"

پھر وہ باہر نکل آئی۔ سونا وہاں بھی مشکل تھا اور اداسی یہاں بھی ویسی ہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"اتنی چپ تم پہلے تو کبھی نہیں رہیں بیٹا! اب کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔؟" اگلی شام تک سعیدہ اماں حقیقتاً فکر مند ہو چکی تھیں' حالانکہ اس دن صبح سالار سے اس کی بات بھی ہوئی تھی۔

"تم سالار کے ساتھ خوش تو ہو نا؟" وہ تشویش سے پوچھ رہی تھیں اور وہ ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اداسی بری طرح بڑھی تھی۔ مسئلہ خوشی کا نہیں تھا۔ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ وہ اس کے ساتھ خوش ہے یا نہیں۔ بات صرف اس کے ساتھ رہنے کی تھی۔ خوش یا اداس جیسے بھی لیکن اس کے ساتھ ہی۔

اس نے سعیدہ اماں کو جواب دینے کے بجائے موضوع بدل دیا تھا۔ دو دن وہاں رہ کر' وہ پھر اسی بے چینی کے عالم میں واپس آئی تھی۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم میرے آنے تک وہیں رہو گی؟" سالار اس کی واپسی پر حیران ہوا تھا۔

"میری مرضی۔" وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن معلوم نہیں' اس نے یہ کیوں کہا۔

"اوکے۔۔۔" وہ جواب پر حیران ہوا تھا' لیکن اس نے کوئی مزید سوال نہیں کیا۔

"مجھے نیویارک سے ورکشاپ کے ختم ہونے کے بعد یہیں سے دو ہفتے کے لیے کینیڈا جانا ہے۔"

سالار نے اسے اگلی خبر سنائی' اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"کیا مطلب؟"

"جو کولیگ مانٹریال والی کانفرنس اٹینڈ کر رہا تھا' اسے کوئی میڈیکل ایمرجنسی ہو گئی ہے۔ فوری طور پر مجھے کانفرنس میں جانے کے لیے کہا گیا ہے۔ کیونکہ میرے پاس ویزا بھی ہے اور میں قریب بھی ہوں۔"

وہ صدمے سے بول ہی نہیں سکی۔ دو ہفتے اور باہر ٹھہرنے کا مطلب تھا' کہ وہ عید کے ایک ہفتہ کے بعد واپس پاکستان آتا۔

"ہیلو!" سالار نے اس کی لمبی خاموشی پر لائن پر اس کی موجودگی چیک کی۔

"یعنی عید کے بعد آؤ گے تم؟"

اس نے اپنے لہجے کی مایوسی پر قابو کرتے ہوئے سالار کو یاد دلانے کی کوشش کی کہ عید قریب ہے۔

"ہاں۔" یک حرفی جواب آیا۔ یقیناً اسے یاد تھا۔

"اور میں عید پر کیا کروں گی؟"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے کیا بات کرے۔ مایوسی کی انتہا تھی' جس کا وہ اس وقت شکار ہو رہی تھی۔ ایک ہفتہ کا انتظار تین ہفتوں میں تبدیل ہو گیا تھا' اور تین ہفتوں کے لیے اس اپارٹمنٹ میں اکیلے رہنا۔۔۔ اسے سالار پر غصہ آنے لگا تھا۔

"تم اسلام آباد چلی جانا عید پر۔" سالار نے کہا۔

"نہیں' میں یہیں رہوں گی۔" اس نے بلاوجہ ضد کی۔

"ٹھیک ہے یہیں رہ لینا۔" سالار نے باسانی گھٹنے ٹیک دیے۔

"تمہیں کیوں بھیج رہے ہیں۔۔۔؟ بھیجنا تھا تو پہلے کہنا چاہیے تھا انہیں۔"

اسے اب بینک والوں پر غصہ آ رہا تھا۔

"ایسی ایمرجنسی ہو جاتی ہے کبھی کبھار' وہ کسی اور کو اتنے شارٹ نوٹس پر پاکستان سے نہیں بھیج سکتے' ورنہ مجھے کہاں بھیجنا تھا انہوں نے۔" سالار نے وضاحت کی۔

"پھر بھی۔۔۔ تم کہہ دیتے کہ تم مصروف ہو' تمہیں ان دنوں پاکستان میں کچھ کام ہے۔" وہ ہنس پڑا۔

"لیکن مجھے تو کوئی کام نہیں ہے۔ میں جھوٹ بولتا۔۔۔؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

امامہ کو غصہ آگیا۔ "زندگی میں بھی جھوٹ نہیں بولا کیا؟"

"نیور' اپنے کام میں؟ ضرورت ہی نہیں پڑی۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ امامہ کچھ بول نہیں سکی۔

"تم ایسا کرو' ڈاکٹر صاحب کے گھر چلی جاؤ۔ اتنے دن اکیلے رہو گی تو بور ہو جاؤ گی۔"

اس نے اسے مشورہ دیا۔

"نہیں میں بور نہیں ہوں گی۔ مجھے یہاں بڑے کام ہیں۔" وہ اس کے مشورے پر کچھ چڑ سی گئی۔

سالار کو اس کی ٹون نے حیران کیا تھا۔ وہ اس طرح کبھی بات نہیں کرتی تھی' اور ابھی کچھ دیر پہلے تک تو وہ بے حد خوشگوار اور پرجوش انداز میں اس سے باتیں کر رہی تھی' پھر یک دم اسے کیا ہوا تھا۔ کم از کم وہ یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس کے کینیڈا میں مزید رکنے کی وجہ سے وہ اپ سیٹ ہو رہی ہے۔ وہ امامہ سے پوچھنا چاہتا تھا' لیکن فوری طور پر اس نے موضوع کو بدلنا بہتر سمجھا۔

اپ سیٹ شاید ایک بہت چھوٹا لفظ تھا اس کیفیت کے لیے' جو وہ اس وقت محسوس کر رہی تھی۔ وہ بے حد غم اور غصے میں تھی۔ اسے یہ "ایکسٹینشن" دھوکا لگ رہا تھا۔ آخر وہ اسے چار ہفتے کا کہہ کر تو باہر نہیں گیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اگر چار ہفتے کا بھی کہہ کر جاتا تو اسے کیا اعتراض ہونا تھا' اس نے تب بھی اسے اسی طرح خوشی خوشی روانہ کر دینا تھا' یہ اندازہ لگائے بغیر کہ وہ بعد میں ان تیس دنوں کے ایک ایک گھنٹے کو گنے گی۔

"میں بھی اب اسے ای میل نہیں کروں گی' نہ ہی کال کروں گی' نہ ہی اس سے پوچھوں گی کہ اسے کب آنا ہے اور کب نہیں۔ آنا ہے تو آئے' نہیں تو نہ آئے۔ جہنم میں جائے' میرا ہی قصور ہے۔ بار بار اس سے نہ پوچھتی تو وہ اس طرح نہ کرتا۔"

اس رات بستر میں لیٹے ہوئے وہ بے حد رنجیدگی کے عالم میں ان تمام چیزوں کی فہرست بناتی رہی جن میں اب اسے سالار کی نافرمانی کرنی تھی۔ بستر پر لیٹے چھت کو گھورتے ہوئے اس کی فہرست ابھی دو سو پچپن اینٹریز تک پہنچی تھی کہ اسے بیڈ کے بالکل اوپر چھت پر چھپکلی نظر آئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اکیلا گھر اور چھپکلی' یہ فی الحال اس کے لیے بدترین تھا۔ وہ چھپکلی کو دیکھتے ہی بیڈ سے اٹھ کر صوفے پر چلی گئی اور اسے پھر سالار پر غصہ آنے لگا تھا۔

ایک چھوٹی سی چھپکلی دو ہفتے پہلے اپارٹمنٹ میں نمودار ہوئی تھی اور وہ بھی سیدھا ان کے بیڈ روم میں۔ شاید کسی دن ٹیرس کا دروازہ کھلا رہنے کی وجہ سے اندر آگئی تھی۔

وہ اس وقت بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کیے رات کو ناول پڑھ رہی تھی' جو بے حد دلچسپ موڑ پر تھا' جب بستر میں نیم دراز اپنی ٹانگیں سکیڑے ہوئے' اس کی نظریں اچانک چھت پر اپنے بیڈ کے بالکل اوپر موجود چھپکلی پر پڑی تھی۔ ایک لمحہ کے لیے اسے یہ وہم لگا۔ اس نے کمرے کی لائٹ آن کر کے دیکھا' وہ چھپکلی ہی تھی۔ سالار برابر والے بستر میں گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ عام حالات میں کبھی اسے نہ جگاتی' لیکن یہ عام حالات نہیں تھے۔ اس نے اوندھے لیٹے ہوئے سالار کا کندھا جھنجھوڑا۔

"سالار۔۔۔ سالار۔" وہ اس کی آواز پر نیند میں بڑبڑا گیا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"وہ اوپر دیکھو' میرے بیڈ کے اوپر چھت پر چھپکلی ہے۔"

امامہ نے حواس باختہ ہو کر اسے کہا۔ سالار نے موندی ہوئی آنکھوں کو مسلتے' لیٹے لیٹے ایک نظر چھت کو دیکھا' پھر امامہ کو اور دوبارہ اوندھے منہ لیٹ گیا۔

"سالار!" امامہ نے دوبارہ اس کا کندھا ہلایا۔

اس کا خیال تھا شاید وہ نیند میں اس چھپکلی کو دیکھ نہیں پایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"دیکھ لی ہے میں نے امامہ۔۔۔ سونے دو۔" وہ لیٹے لیٹے بڑبڑایا۔
"دیکھ لی ہے تو کچھ کرو اس کا۔" وہ اس کی بے توجہی پر ناراض ہوئی۔
"چلی جائے گی خود ہی۔۔۔ تم لائٹ آف کر کے سو جاؤ۔" وہ پھر بڑبڑایا۔
"میں کیسے سوؤں۔۔۔؟ وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔" اس کی خفگی بڑھی۔
"لائٹ بند کر دو' نہ تم اسے دیکھو' نہ وہ تمہیں دیکھے۔"
اسے اس کے مشورے سے زیادہ اس کی بے حسی پر غصہ آیا۔
"تم میرے لیے ایک چھپکلی نہیں مار سکتے؟"
"میں رات کے اڑھائی بجے چھپکلی نہیں مار سکتا۔۔۔ جسٹ اگنور اٹ۔"
"میں نہیں اگنور کر سکتی اسے۔ یہ اگر گرے تو سیدھا میری ٹانگوں پر گرے گی۔"
اس نے چھت کو دیکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔ وہ واقعی اس کی ٹانگوں پر ہی گرتی۔
"یار میں تمہاری سائیڈ پر آجاتا ہوں' تم میری سائیڈ پر آجاؤ۔"
وہ کروٹ لیتے' کہتا ہوا اسی طرح اس کی سائیڈ پر چلا گیا۔ وہ اس کے ایثار سے زیادہ اس کی دلیری سے متاثر ہوئی تھی۔ کمرے کی بڑی لائٹ دوبارہ بند کرتے ہوئے وہ اپنا ناول لیے سالار کا بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کر کے اس کے بستر میں بیٹھ گئی۔ سالار تب تک اسی طرح اوندھے منہ لیٹے لیٹے اس کا سائیڈ لیمپ آف کر چکا تھا۔ خود کو قدرے محفوظ پاتے ہوئے' کچھ پرسکون انداز میں' اس نے ناول کے چند جملے پڑھے' پھر دوبارہ چھپکلی کو دیکھا۔ وہ جیسے اسی جگہ پر چپک کر رہ گئی تھی۔ امامہ نے سالار کو دیکھا۔ وہ اس چھپکلی کے عین نیچے بے حد اطمینان سے اسی طرح کمبل اوڑھے اوندھے منہ لیٹا تھا۔
"سالار' تم مرد کتنے بہادر ہوتے ہو۔" اس نے مردوں کو سراہنا ضروری سمجھا۔
"اور سمجھ دار بھی۔" اسے جواباً بڑبڑاہٹ سنائی دی۔
"سمجھ دار کیسے؟" وہ صفحہ پلٹتے پلٹتے چونکی۔
"چھپکلی گرتی تمہارے بیڈ پر' لیکن بھاگتی میرے بیڈ کی طرف۔ اس کا منہ میرے بیڈ کی طرف ہے۔" جماہی لیتے اسی طرح آنکھیں بند کیے سالار نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔
امامہ نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہ بیڈ سے باہر تھی۔ چھپکلی کا رخ واقعی سالار کے بیڈ کی طرف تھا۔
"تم سارے مرد بے حد خود غرض ہوتے ہو اور ایک جیسے ہوتے ہو۔"
وہ بیڈ روم سے باہر نکلتے ہوئے' جتنی بلند آواز میں یہ اس سے کہہ سکتی تھی' اس نے کہا۔
سالار نے بالآخر آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ اسے تنگ کر رہا تھا' لیکن اب اسے اندازہ ہوا تھا کہ تنگ کرنے کے لیے یہ موقع شاید غلط ہے۔
دس منٹ کے بعد اسے چھپکلی کا صفایا کرنے کی اطلاع دے کر وہ اسے منا کر لاؤنج سے واپس لے گیا تھا۔ اس نے اگلے کئی دن یہ چھپکلی نہیں دیکھی تھی اور آج یہ چھپکلی پھر آگئی تھی۔ یقیناً اس نے جھوٹ بولا تھا' اس نے اس چھپکلی کو نہیں مارا تھا۔ وہ احمقانہ بات اس وقت اس کے لیے ایک اور پوائنٹ ہو گیا تھا۔
اگلے دن فون پر اس نے سالار کو اس چھپکلی کے دوبارہ نمودار ہونے کے بارے میں بتایا۔
"تم نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ تم نے اسے مار دیا تھا۔" اس نے چھوٹتے ہی سالار سے کہا۔
"میں نے اسے واقعی مار دیا تھا' یہ کوئی اور چھپکلی ہوگی۔" سالار نے لاپروائی سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"نہیں' یہ وہی چھپکلی تھی' تم نے اگر اسے مارا ہوتا تو تم مجھے دکھاتے۔" وہ اپنی بات پر مصر تھی۔
سالار کا سر گھوم کر رہ گیا۔ وہ امامہ سے اس سے زیادہ احمقانہ گفتگو کی توقع نہیں رکھ سکتا تھا۔
"تم اگر کہتیں تو میں تمہیں وہ مری ہوئی چھپکلی بھی دکھا دیتا۔" اس نے تحمل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی۔
"نہیں یہ وہی تھی میں اسے پہچانتی ہوں۔"
"اگر یہ وہی تھی تو اتنے دن سے کہاں تھی۔۔۔؟"
اس نے ایک ال لوجیکل چیز پر لاجک دینے کی کوشش کی۔
"جہاں بھی تھی مجھے نہیں پتا' لیکن تم یہی چاہتے تھے کہ میں پریشان ہوں۔"
سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا' وہ اس الزام کے جواب میں کیا کہتا۔ امامہ کو کچھ ہوا تھا' لیکن کیا ہوا تھا۔ یہ اسے سمجھ میں نہیں آیا۔
"تمہیں پتا ہے مجھے چھپکلی سے ڈر لگتا ہے' لیکن تم پھر بھی اسے یہاں چھوڑ کر گئے' کیونکہ تمہیں احساس نہیں ہے میرا' تم مجھے پریشان دیکھ کر خوش ہوتے ہو' تمہارے لیے ہر چیز مذاق ہے۔" اس کی کسی بات کا کوئی سر پیر نہیں تھا۔ کم از کم سالار نہیں ڈھونڈ سکا لیکن وہ اس کی "گفتگو" سنتا رہا۔

"تم ہمیشہ میرے ساتھ اس طرح کرتے ہو اور مجھے پتا ہے' تم نے ہمیشہ اسی طرح کرنا ہے۔ کیونکہ تمہارے لیے صرف تمہاری اپنی اہمیت ہے اور میں تمہارے گھر کی نوکرانی ہوں یا ہاؤس کیپر۔ تم جہاں مرضی پھرو' لیکن میں ہمیشہ گھر پر رہوں' جیسے غلام رہتے ہیں۔ میں سارا دن کام کروں اور تم میرے لیے ایک چھپکلی نہیں مار سکتے۔" وہ اس بے ربط گفتگو کے اختتام پر ہچکیوں سے رو رہی تھی۔
ساری گفتگو میں ایشو کیا تھا' چھپکلی کا نہ مارا جانا۔ اس کی خود غرضی' اس کا گھر پر نہ ہونا یا گھر کے وہ کام جو اسے کرنے پڑ رہے تھے۔ وہ سمجھ نہیں سکا۔ وہ اے سے زیڈ تک جانے والی گفتگو نہیں تھی۔ X سے ½ 3 تک جانے والی گفتگو تھی' جس کو سمجھنے کے لیے جس فارمولے کی ضرورت تھی وہ فی الحال سالار کو نہیں آتا تھا۔
اگلے پانچ منٹ' وہ بے حد تحمل سے اس کی ہچکیوں کے تھمنے کا انتظار کرتا رہا اور پھر جب بالآخر طوفان کچھ تھما تو اس نے کہا۔
"آئی ایم سوری' میرا قصور ہے۔ میں فرقان سے کہتا ہوں' ملازم کو بھیجے' وہ چھپکلی کو مار دے گا۔" فی الحال معذرت کے علاوہ اسے اس صورت حال سے نمٹنے کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا۔
"نہیں' اب میں چھپکلی کے ساتھ رہوں گی تاکہ تمہیں پتا چلے۔" اس نے ناک رگڑتے ہوئے اسے کہا۔
سالار کو بے اختیار ہنسی آگئی اور اس نے کھانس کر اس ہنسی پر قابو پایا۔ وہ جلتی پر تیل نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ امامہ کا مسئلہ کیا تھا' وہ اسے سمجھ نہیں پا رہا تھا' لیکن وہ حیران تھا اگر یہ موڈ سوئنگز تھے تو یہ بدترین قسم کے تھے اور اگر یہ tantrums تھے تو سمجھ میں نہ آنے والے' لیکن پاکستان سے اتنی دور بیٹھے وہ سوچنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

فرقان کے ملازم نے آکر اس دن وہ چھپکلی ماردی تھی' لیکن اس چیز نے بھی امامہ کے دل میں کسی ممنونیت کو پیدا نہیں کیا تھا۔
اگلے دن کھانا پکاتے ہوئے اس کے ہاتھ پر چھری سے کٹ لگ گیا۔ سنک میں پانی کے نیچے انگلی رکھے اسے پھر وہ یاد آنے لگا۔
"یہ کیا ہوا ہے؟"
وہ اس دن آفس سے آنے کے بعد لاؤنج میں ٹہلتے ہوئے' فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ امامہ ڈنر کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

برتن لگا رہی تھی۔ وہ بات کرتے ٹہلتے ہوئے' کچن کاؤنٹر پر پڑے پیالے سے کچھ بینز کھا رہا تھا جب امامہ نے آکر وہاں رکھے چاول اٹھائے۔ سالار نے اس کے ہاتھ کی پشت پر چند آبلے دیکھے۔ فون پر بات سنتے سنتے' اس نے بے اختیار اس سے کہا "یہ کیا ہوا؟"

"یہ...؟" امامہ نے چونک کر اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنا ہاتھ دیکھا۔

"کچھ نہیں' کھانا بنا رہی تھی تو آئل کے کچھ چھینٹے گر گئے۔" اس نے لاپروائی سے بتایا۔

وہ اسی طرح فون پر بات سنتے ہوئے' اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر وہ اسی طرح فون پر بات کرتے لاؤنج سے غائب ہو گیا۔ وہ فریج سے پانی نکال رہی تھی' جب وہ دوبارہ نمودار ہوا۔ اسی طرح فون پر اسٹاک مارکیٹ کے کسی ایشو پر بات کرتے ہوئے' اس نے امامہ کا ہاتھ پکڑ کر چند لمحوں میں اس پر مرہم لگایا اور پھر اسی طرح دوبارہ چلا گیا۔ وہ بول نہیں سکی تھی۔ اتنے سالوں میں اس کے کسی زخم پر رکھا جانے والا وہ پہلا مرہم تھا۔ وہ اتنے سالوں میں شاید بے حس ہو گئی تھی... چھوٹی چھوٹی تکلیفوں اور چوٹوں پر رونا اور ان کی پروا کرنا' اس نے چھوڑ دیا تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ کسی زخم کو مندمل کرنے کے لیے بھی کچھ کیا جاتا تھا۔ مرہم دوسرے رکھتے ہیں اور اس کی زندگی میں کوئی دوسرا رہا ہی نہیں تھا۔

کھانا کھاتے ہوئے سالار کی نظر ایک بار پھر اس کے ہاتھ پر پڑی تھی اور اس نے قدرے خفگی کے عالم میں اس سے کہا۔

"اگر اسی وقت ہاتھ پر کچھ لگا لیتیں تو یہ آبلے نہ پڑتے۔"

"مجھے اس سے تکلیف نہیں ہوئی۔"

"مگر مجھے تکلیف ہو رہی ہے سویٹ ہارٹ!"

وہ اس سے نظریں ملا کر جواب نہیں دے سکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اسے تکلیف ہو رہی ہو گی اور اس مرہم سے زیادہ ٹھنڈک اس کے اس جملے نے پہنچائی تھی اسے' تو اب کوئی تھا' جسے اس کے ہاتھ پر آنے والے ایک معمولی زخم پر بھی تکلیف ہوتی تھی۔

اس کے ہاتھ پر چھوٹے موٹے زخموں کے کئی نشان تھے۔ وہ ان میں سے ان زخموں کو بڑی آسانی سے پہچان سکتی تھی' جو اس گھر میں آنے کے بعد لگے تھے۔ ان زخموں میں اسے تکلیف ہوئی تھی اور یہ تکلیف اس لیے ہوئی تھی' کیونکہ ہر بار کسی نے بڑے پیار سے ان پر کچھ لگایا تھا یا لگانے کو کہا تھا۔

جیل' مرہم' پلاسٹ' اسپرٹ' اینٹی سیپٹک کریم۔ وہ درد کے احساس سے جیسے دوبارہ آشنا ہو رہی تھی اور اب اتنے مہینوں کے بعد یہ پہلا گفٹ تھا' جس کے بارے میں اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا اور اسے وہ "پوچھنے والا" ایک بار پھر بری طرح یاد آیا تھا۔

دوسرے ہفتے کے اختتام تک وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی بری طرح جھنجلانے لگی تھی۔ ملازمہ کے ساتھ' مالی کے ساتھ' اس گھر میں آنے والے فرقان کے بچوں کے ساتھ اور خود سالار کے ساتھ۔

"امامہ! کیا ہو رہا ہے تمہیں... ؟ سب ٹھیک ہے نا؟" سالار کو بالآخر اس سے بہت ڈائریکٹ ہو کر پوچھنا پڑا تھا۔

"کیا ہونا ہے مجھے؟" وہ اس کے سوال پر بری طرح چڑی۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں میں۔" اس نے تحمل سے کہا۔

"کچھ نہیں ہو رہا مجھے..."

"پھر تم..." وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔ یہ کہنا ذرا مشکل تھا کہ وہ اس کے ساتھ تلخ ہو رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"پھر میں کیا۔۔۔؟" امامہ نے اس کے خاموش ہونے پر پوچھا۔
"کچھ نہیں میں ابھی دو تین دن تک تم کو فون نہیں کر سکوں گا۔"
"کیوں؟" وہ بری طرح بگڑی۔ "اتنا بھی کیا کام ہے کہ تم مجھے چند منٹ کے لیے بھی کال نہیں کر سکتے۔"
"میں تمہیں ای میل کر دیا کروں گا اگر وقت ملا تو کال بھی کر لوں گا۔۔۔ لیکن شاید نہ کر سکوں۔" وہ تحمل سے اسے سمجھا رہا تھا۔
"تم ای میل بھی نہ کرو مجھے اس سے اور بھی وقت بچے گا تمہارا۔"
اس نے بے حد خفگی کے عالم میں فون بند کر دیا۔ اسے سالار پر بری طرح غصہ آ رہا تھا۔ چند منٹوں کے بعد دوبارہ کال آنے لگی تھی۔ وہ کال ریسیو نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اسے ریسیو کرنا پڑی۔
"تم نے فون بند کیا تھا؟" وہ دوسری طرف حیرانی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔
"ہاں۔۔۔"
"کیوں؟"
"تاکہ تمہارا وقت ضائع نہ ہو۔ میں نے کل ایک میگزین میں پڑھا تھا کہ جن مردوں کو احساس کمتری ہوتا ہے' وہ اپنی بیویوں کو اپنی جھوٹی مصروفیات کے قصے سناتے رہتے ہیں۔" سالار نے کچھ ہکا بکا ہو کر اس کا جملہ سنا تھا۔ اسے اس بات کا کوئی سر پیر سمجھ میں نہیں آیا۔ "تاکہ ان کی بیویوں کو یہ امپریشن ملے کہ وہ بہت اہم ہیں اور دنیا ان کے بغیر نہیں چل سکتی۔" سالار نے اسی اچنبھے میں اس کے باقی جملے بھی سنے تھے۔ "اس سے ان کی self esteem بڑھتی ہے۔"
اس نے آخری جملہ کہہ کر کچھ دیر سالار کے رد عمل کا انتظار کیا۔ وہ خاموش تھا۔
"ہیلو۔۔۔" امامہ کو خدشہ ہوا کہ شاید کال ڈراپ ہو گئی ہے۔
"میں سن رہا ہوں اس میگزین میں بس اتنا ہی لکھا تھا؟"
وہ سنجیدہ لگ رہا تھا لیکن بات سنجیدہ نہیں تھی۔
"ہاں۔"
"گڈ۔۔۔ ڈینٹسٹ کے پاس گئی تھیں تم؟" اس نے کسی رد عمل کا اظہار کیے بغیر بات بدلی تھی۔
امامہ کی جھنجلاہٹ میں اضافہ ہوا۔ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی' وہ اس سے بحث کرنا چاہتی تھی۔
دو گھنٹے کے بعد اس نے ان دو ہفتوں پر پروگرام چارٹ اسے ای میل کر دیا۔ کانفرنس کی آرگنائزنگ باڈی کی طرف سے شرکا کو بھیجے ہوئے اس ڈاکومنٹ کو پڑھنے میں اسے کم سے کم پندرہ منٹ لگے۔ اس کے پندرہ دن کا شیڈول واقعی بہت hectic تھا۔ یہ ای میل اسے اس کے کس جملے کی وجہ سے کی گئی تھی' وہ اندازہ کر سکتی تھی لیکن اس کے باوجود اس نے جوابی ای میل میں اس شیڈول کے بارے میں ایک لفظ کہا' نہ ہی اپنی شرمندگی کا اظہار کیا۔
"تم نے فرقان کے گھر ڈنر پر جانا کیوں چھوڑ دیا؟" سالار نے اس دن اس سے پوچھا۔
"میری مرضی۔"
وہ کہنا چاہتی تھی کہ ڈنر ٹیبل پر فرقان کو یا اس کی بیٹی کو دیکھتے ہوئے اسے وہ یاد آتا تھا اور وہ ہر روز ڈنر کے بعد کچھ زیادہ اپ سیٹ ہو رہی تھی اس لیے اس نے وہاں جانا چھوڑ دیا تھا لیکن وہ یہ سب نہیں کہہ سکتی تھی۔
"میں جانتا ہوں تم بہت بہادر ہو اکیلے رہ سکتی ہو تو ڈنر کرنا بھی تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ پھر بھی ان کے گھر چلی جاتیں تو کوئی ایکٹویٹی ہوتی تمہارے پاس ان بے کار ناولز کو پڑھنے کے علاوہ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"تمہیں کیا پروا ہے؟" اس نے سالار کے جملے پر جز بز ہو کر کہا تھا۔
"مجھے تمہاری پروا ہے۔۔۔ یہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر بیٹھنا چھوڑ دو۔" وہ سنجیدہ تھا۔
"تم نے مجھے نصیحتیں کرنے کے لیے فون کیا ہے؟" وہ جھنجلائی۔
"ہاں۔"
"تو کرتے رہو۔"
"تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔۔۔ یہی کہنا چاہتی ہو تم؟"
"تم باہر جا کر مجھ سے مس بی ہیو کرنے لگے ہو۔"
"کیا؟" سالار کو لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔
"میں بار بار نہیں دہرا سکتی اپنی بات۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔
"میں مس بی ہیو کر رہا ہوں تمہارے ساتھ؟" اس نے بے یقینی سے اس سے پوچھا۔
"ہاں۔" جواب بالکل دو ٹوک تھا۔ سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔
"میں اگر تمہیں کوئی عقل کی بات سمجھاتا ہوں تو میں مس بی ہیو کرتا ہوں تمہارے ساتھ؟"

"اب تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ میں بے وقوف ہوں؟" سالار کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔
"میں نے کب کہا تم بے وقوف ہو؟"
"اب تم مجھ کو جھوٹا کہہ رہے ہو؟" وہ بے بسی سے ہنس پڑا۔
"کیا ہوا ہے تمہیں امامہ؟"
"اب تم کہہ دو میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔"
"پاگل ہو۔۔۔"
"کیوں ہوں؟"
"اچھا مت ہو۔۔۔ موسم کیسا ہے باہر کا؟"
وہ اب موضوع بدلنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ امامہ کے رد عمل پر بری طرح حیران تھا۔
"امامہ! کوئی پریشانی ہے تمہیں؟" وہ اگلے دن نوشین کے ساتھ اس کے کہنے پر فورٹریس آئی تھی، جب ساتھ چلتے چلتے نوشین نے اچانک اس سے پوچھا۔ وہ بری طرح چونکی پھر اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔
"نہیں۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ کیوں؟"
"پھر اس طرح گم صم کیوں ہو؟" نوشین کے لہجے میں تشویش تھی۔
"نہیں میں۔۔۔ میں کچھ سوچ رہی تھی۔"
"سالار کے ساتھ تو بات ہوتی ہے تمہاری۔۔۔؟ کوئی جھگڑا تو نہیں ہے؟"
"نہیں تو۔۔۔ روز بات ہوتی ہے۔" اس نے بے اختیار مسکرانے کی کوشش کے ساتھ ہی دسپلے پر لگے ایک سوٹ کی طرف نوشین کو متوجہ کیا۔ وہ اسے یہ کیسے بتاتی کہ یہاں اس کے ساتھ پھرتے ہوئے اسے سالار بری طرح یاد آ رہا ہے۔ وہ ہفتے میں دو یا تین بار اس کے ساتھ وہاں آ کر کافی یا چائے پیتے ہوئے اسی طرح ونڈو شاپنگ کرتے تھے جس طرح اب وہاں سے گزرتے ہوئے کچھ دوسرے جوڑے کر رہے تھے۔ وہ اسے کیسے نہ یاد آتا؟

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"میگزین میں آج تم نے کچھ نہیں پڑھا ان مردوں کے بارے میں' جو احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں' اور اپنی بیویوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟" سالار نے اگلے دن فون پر اس سے بات کرتے ہوئے اسے چھیڑا۔ امامہ کا موڈ بری طرح آف ہوا۔

"تم کیا کہنا چاہ رہے ہو کہ ایسے مرد نہیں ہوتے اور میں نے فضول بات کہی ہے۔"

"میں مذاق کر رہا تھا امامہ۔" وہ کچھ محتاط ہوا۔

"ایک سنجیدہ بات کو مذاق میں لے رہے ہو تم۔"

"کون سی سنجیدہ بات۔؟ امامہ! تم آج کل کون سے میگزین پڑھ رہی ہو؟" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکا۔

"تمہیں اس سے کیا؟" وہ مزید بگڑی۔

"اگر تم مجھے اس طرح کے اسٹوپڈ ایکسرسیز سناؤ گی تو میں پوچھوں گا تو سہی نا؟"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ بحث کرنے لگا تھا۔ اب تقریباً" ہر روز یہی کچھ ہو رہا تھا۔ پچھلے چار دن سے فون کال کے اختتام پر اسے معذرت کر کے فون بند کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ بھی صرف اس لیے تھا کیونکہ وہ وہاں اپنی عدم موجودگی میں اس سے کوئی جھگڑا کر کے فون بند نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ خود اس کے لیے بہت مشکل کا باعث ہوتا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ امامہ کو کیا ہوا ہے۔ وہ ناراض پہلے بھی ہوتی تھی مگر اس طرح کی باتوں پر کبھی نہیں ہوتی تھی۔

☼ ☼ ☼

سالار اگر اس کے بنتے بگڑتے موڈ کو نہیں سمجھ پا رہا تھا تو وہ خود بھی اپنے آپ کو نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ وہ سارا دن اس کے بارے میں سوچ سوچ کر اداس ہوتی رہتی اور اس سے بات کرتے ہوئے وہ بلاوجہ اس سے جھگڑتی۔ اسے اس پر شدید غصہ آتا تھا اور کیوں آتا تھا' یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

وہ کئی سالوں بعد اتنے لمبے ڈیپریشن کا شکار ہوئی تھی اور زندگی میں پہلی بار تین ہفتوں میں وہ ایک ناول بھی مکمل نہیں کر پائی تھی' پینٹنگ تو خیر دور کی بات تھی۔

وہ سارا دن ٹی وی آن کیے اس کی کال کے انتظار میں بیٹھی رہتی یا پھر کمپیوٹر آن کیے پرانی ای میلز پڑھتے ہوئے کسی نئی ای میل کے لیے بیٹھی رہتی۔ چند لائنز کی وہ ای میلز جن میں وہ اس کا حال پوچھتا تھا' اور اپنی ایکٹیویٹی بتاتے ہوئے اس سے پوچھتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے' وہ ان ای میلز کو درجنوں بار پڑھتی۔ ایک لمبا چوڑا جواب لکھ کر اس کی ای میل کے انتظار میں ساری ساری رات اس کی چیزیں نکال کر صاف کر کے ری ارینج کرتی رہتی یا پھر اس کی کولیکشن میں موجود چارلیز تھیرون کی موویز دیکھتی رہتی۔ یہ واقعی بے بسی کی حد تھی کہ اسے وہ ایکٹریس بھی اب بری لگنا بند ہو گئی تھی جس کو وہ پہلے سالار کے سامنے دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔

ہر روز کھانے کی ٹیبل پر وہ اس کے برتن بھی لگا دیتی' یہ جیسے کھانے کی ٹیبل پر اپنی تنہائی دور کرنے کی کوشش تھی۔

رات کو سونے کے لیے اپنے بستر میں لیٹے' وہ لائٹ آف کرنے کے بعد بھی کروٹ لیے' کتنی کتنی دیر اس کے بستر اور سرہانے کو دیکھتی رہتی۔ وہ سونے سے پہلے لائٹ آف کرنے کے بعد بھی' اس سے کچھ دیر باتیں کیا کرتا تھا اور اب یہ خاموشی اس کے اعصاب کو بری طرح مضمحل کر رہی تھی۔

عید کے لیے اسلام آباد جانے تک گھر کی اس خاموشی اور تنہائی نے اسے مکمل طور پر حواس باختہ کر دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

اسلام آباد سے آنے کے بعد بھی اس نے خود کو بہتر محسوس نہیں کیا تھا۔ سالار کی پوری فیملی میں سے صرف عمار اور یسریٰ عید منانے کے لیے وہاں موجود تھے' باقی افراد بیرون ملک تھے۔ پچھلی عید جیسی رونق اس بار وہاں نہیں تھی۔

سالار نے طیبہ کو اس کی عید کی شاپنگ کروانے کے لیے کہا تھا۔ وہ بڑے بجھے دل کے ساتھ ان کے ساتھ چلی گئی تھی' لیکن پچھلی عید جیسا اشتیاق اس بار اسے کپڑوں کے لیے نہیں تھا۔ اسلام آباد آکر یہ بھی پہلی بار ہوا تھا کہ اس نے گیسٹ روم کی کھڑکی سے لگ کر اپنے گھر والوں میں سے کسی کے نظر آنے کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔

عید کی صبح پہلے کی طرح اس بار بھی وہ سالار کی کال پر ہی اٹھی تھی۔ وہ مائزرال میں اپنا سیشن ختم کرکے کچھ دیر پہلے ہوٹل آیا تھا۔

"کون سے کپڑے پہن رہی ہو تم آج؟" اس نے مبارک باد دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

"تمہیں بتانے کا فائدہ؟" اس نے بیڈ کے کراؤن کے ساتھ پشت ٹکاتے ہوئے کہا۔

"میں تصور کرنا چاہ رہا ہوں کہ تم کیسی لگ رہی ہو گی؟"

"میرے سامنے تم نے کبھی میرے کپڑوں کو غور سے دیکھا تک نہیں' اب وہاں بیٹھ کر کیا تصور کرو گے؟"

"امامہ! ہم کم از کم آج آرگیو نہیں کریں گے۔" سالار نے مداخلت کرتے ہوئے جیسے پیشگی جنگ بندی کا اعلان کیا۔ "تمہیں کیا چاہیے آج؟ فلاور زاور کیک تو ممی سے میں نے کہا ہے تمہارے لیے' کچھ اور چاہیے؟"

"نہیں۔" وہ بے حد اداس تھی۔

"مجھے مس تو نہیں کر رہیں تم؟" سالار نے مذاق کیا تھا لیکن اس نے جیسے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ اس نے اپنی آستین کے ساتھ آنکھوں کو رگڑ کر صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس کی خاموشی پر غور کیے بغیر بات کر رہا تھا۔ کینیڈا میں عید پہلے ہی ہو چکی تھی اور وہ عید کے دن بھی کانفرنس اٹینڈ کرتا رہا۔ وہ زندگی میں کئی عیدیں اسی طرح گزار چکا تھا۔ پچھلی عید اسے کم از کم اس عید والے دن اپنی مصروفیات کی وجہ سے یاد نہیں آسکی تھی' لیکن پچھلی عید امامہ کو پچھلے دو دن سے تنگ کر رہی تھی۔

"کب کی فلائٹ ہے تمہاری؟" اس نے کوشش کی تھی کہ اس کی آواز بات کرتے ہوئے نہ بھرائے' یہ احمقانہ چیز تھی' باقی چیزوں پر رونا ٹھیک تھا۔ لیکن کم از کم وہ اس کے سامنے اس کے نہ ہونے کے لیے نہیں رو سکتی تھی۔ وہ بڑی شرمندگی محسوس کرتی اگر وہ یہ جان جاتا کہ۔۔۔

وہ اب اسے فلائٹ کا بتا رہا تھا۔

"تم نے مجھے کپڑوں کا کلر نہیں بتایا؟" سالار کو بات کرتے کرتے یاد آیا۔ "تم نے ممی کے ساتھ جا کر کپڑے لیے تھے؟"

"ہاں لیے ہیں میں نے۔۔۔ جو آج پہنوں گی وہ ہیزل گرین ہے۔"

"ہیزل گرین؟" وہ بے اختیار اٹکا۔ "وہ تو آنکھیں ہوتی ہیں۔"

"آنکھوں کا کلر ہوتا ہے۔" ہمیشہ کی طرح اس نے تصحیح کی۔

"اوہ۔۔۔ آج میں جینفر کی آنکھوں کو غور سے دیکھوں گا۔" اس نے ڈنر پر اپنی کسی ساتھی کا نام لیا۔

"کیوں؟"

"اس کی آنکھوں میں مجھے اپنی وائف کے کپڑوں کا کلر نظر آئے گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔ وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"امامہ۔۔۔! جب سے میں یہاں آیا ہوں' آج پہلی بار تم ہنسی ہو۔" سالار نے اس کی ہنسی کو نوٹس کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"اور شادی کے بعد اتنے مہینوں میں یہ پہلا گلر ہے جسے تم نے Identify کیا تھا اور وہ بھی کسی عورت کی آنکھوں کی وجہ سے۔"

"تم جیلس ہو رہی ہو؟" وہ بھی ہنس پڑا تھا۔

"ہاں اب بس یہی تو ایک کام رہ گیا ہے میرے کرنے کے لیے۔"

اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"یعنی نہیں ہو رہیں یا نہیں ہو سکتیں؟"

وہ پوچھ رہا تھا اور وہ جواب نہ دے سکی۔ اس کی خاموشی پر وہ ہنسا تھا۔

"اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے؟" وہ کچھ جز بز ہوئی تھی۔

"اپنی خوش فہمی پر ہنسا ہوں تم کم از کم کسی عورت سے میرے لیے تو جیلس نہیں ہو سکتیں۔"

وہ اسے تنگ کر رہا تھا اور وہ جانتی تھی اس کا اشارہ رمشہ کی طرف تھا۔

"تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ کب آ رہے ہو؟"

اس نے بات بدلنا بہتر سمجھا تھا اور وہی گھسا پٹا سوال کیا جو وہ اس سے کرتی آ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ عید کے دوسرے دن رات کی فلائٹ سے واپس لاہور آ گئی تھی۔ کیونکہ اگلی رات آٹھ بجے کی فلائٹ سے وہ واپس آ رہا تھا۔ وہ زود رنجی اور حساسیت جو پچھلے چار ہفتوں سے اسے ناخوش رکھے ہوئے تھی وہ یک دم جیسے کہیں غائب ہو گئی تھی۔

اور چار ہفتے کے بعد بالآخر اس نے کیک کا وہ ٹکڑا اور وہ کین ڈسپوز آف کر دیے۔

اگر فرقان کو سیدھا ہاسپٹل سے ایئرپورٹ نہ جانا ہوتا تو وہ خود اسے ریسیو کرنے چلی جاتی' وہ کچھ اتنی ہی ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی۔

نو بج کر پینتالیس منٹ پر بالآخر ڈور بیل بجی' اسے دروازے تک پہنچنے میں سیکنڈز لگے تھے۔

"خدایا! کیا خوشی اس کو کہتے ہیں جو اس شخص کے چہرے پر پہلی نظر ڈالتے میں نے محسوس کی ہے؟" اس نے دروازہ کھول کر ڈور ہینڈل پر اپنا کپکپاتا ہاتھ رکھے سالار کو دیکھ کر اچنبھے سے سوچا تھا۔

فرقان سے باتیں کرتا دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ سیدھا ہوا اور ان دونوں کی نظریں ملیں۔ وہی گرم جوش مسکراہٹ' جس کی وہ عادی تھی اور ہمیشہ کی طرح سلام میں بھی پہل اسی نے کی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی چند لمحوں کے لیے جیسے ساکت ہو گئی تھی۔

"امامہ! سامان کی ڈلیوری دینے آیا ہوں' چیک کر لو' کوئی بریکج یا ڈیمیج تو نہیں ہے۔" فرقان نے ایک سوٹ کیس کھینچ کر اندر لے جاتے ہوئے اس کو چھیڑا۔ سالار مسکرایا تھا۔

امامہ نے سلام کا جواب دینے کی کوشش کی تھی' لیکن اس کے گلے میں کوئی گرہ لگنے لگی تھی۔ بات گلے کی گرہ تک رہتی تو ٹھیک تھی' لیکن آنکھوں میں پانی کیسے اور کیوں آ گیا تھا؟ وہ آگے بڑھا اور اس نے ہمیشہ کی طرح اسے گلے لگایا' جیسے وہ آفس سے آنے کے بعد لگایا کرتا تھا۔ بے اختیار' بے ساختہ آنسوؤں کا ایک اور ریلا آیا۔ یہی چیز تو وہ ڈھونڈتی پھر رہی تھی' پچھلے چار ہفتوں سے' یہی نرم لمس' اپنے گرد بازوؤں کا یہی حصار۔ اس کے ساتھ لگے اس نے پہلی بار محسوس کیا کہ اس کے جسم سے اٹھتی کلون کی مہک' ڈریسنگ ٹیبل پر کلون کی شیشی سے اٹھتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

مہک سے بالکل الگ تھی۔ وہ اس کے جسم پر لگنے کے بعد زیادہ مسحور کن تھی' زیادہ جان لیوا تھی۔

"کیسی ہو تم؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ گلے کی گرہیں اور بڑھ گئی تھیں۔ اس نے اب اسے خود سے الگ کیا اور اس کا چہرہ اور آنسو دیکھے۔

"کیا ہوا؟" وہ ٹھٹکا اور سوٹ کیس اندر لے جاتے ہوئے فرقان نے پلٹ کر دیکھا۔

"میں ابھی... ابھی سلاد کے لیے پیاز کاٹ رہی تھی۔" اس نے کچھ گھبراہٹ میں مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ پھر شاید اسے خود ہی یہ بہانہ کمزور لگا۔ "وہ سر میں بھی کچھ درد تھا... اور فلو تھا۔" وہ فرقان کی مسکراتی ہوئی نظروں سے کچھ گڑبڑائی تھی۔

سالار نے فرقان کو نظر انداز کیا اور اسے ایک بار پھر ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"تو یار! کوئی میڈیسن لینی چاہیے تھی۔"

"کوکنگ رینج پر کچھ رکھ کر آئی ہوں۔" وہ رکے بغیر کچن میں چلی آئی۔

اس کے سامنے کھڑے رہ کر' اس سے نظریں ملا کر' جھوٹ بولنا بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ سنک میں چہرے پر پانی کے چھپاکے مارنے کے بعد اس نے کچھ پانی پیا۔ آواز کی تھرتھراہٹ صرف اسی طرح ختم ہو سکتی تھی۔ وہ دونوں اب اس کے عقب' لاؤنج میں' کچن کاؤنٹر کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے اور ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اپنا چہرہ کچن رول سے تھپتھپا کر اس نے چند گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کیا۔

"بیٹھو! کھانا کھا کر جاؤ نا۔" وہ جب لاؤنج میں آئی تو سالار' فرقان سے کہہ رہا تھا۔

"نہیں' اس وقت نہیں' کھانے پر انتظار کر رہے ہوں گے بچے۔ کچھ دنوں کے بعد چلیں گے کہیں ڈنر کے لیے۔" وہ بیرونی دروازہ کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ سالار دروازے تک اسے چھوڑنے گیا۔ وہ کچن میں آ کر کھانے کے برتن نکالنے لگی۔

وہ دروازے سے واپسی پر کچن میں سیل فون پر بات کرتے ہوئے آیا تھا' فون پر سکندر تھے۔ امامہ نے اسے کچن کاؤنٹر پر رکھی پانی کی بوتل کو کھولتے دیکھا۔ فون کندھے اور کان کے بیچ دبائے اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا۔ امامہ نے اس کے گلاس کی طرف جانے سے پہلے' ایک گلاس لا کر اس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ سالار کے ہاتھ سے بوتل لے کر اس نے گلاس میں اس کے لیے پانی ڈالا۔ سالار نے سکندر سے بات کرتے ہوئے سر کے اشارے سے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"پاپا' خیریت پوچھ رہے ہیں تمہاری۔"

فریج کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ مسکرائی۔

"میں اب ٹھیک ہوں۔" سالار نے اس کے جملے پر غور کیے بغیر سکندر تک اس کا جملہ پہنچا دیا۔

کاؤنٹر پر پڑے سلاد میں سے سیب کا ایک ٹکڑا کانٹے سے اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے' وہ اسی طرح فون پر سکندر سے بات کرتے ہوئے کچن سے نکلا۔ امامہ نے اسے ٹیرس کا دروازہ کھول کر ٹیرس کے یوں پر نظر دوڑاتے دیکھا۔ ٹیبل پر برتن رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی آنے لگی۔ ایک مہینہ کے بعد یہ جگہ اسے "گھر" لگی تھی اور اس کی وجہ گھر میں گونجتی وہ "آواز" اور ادھر سے ادھر جاتا اس کا وجود تھا۔ برتن رکھنے کے باوجود وہ جیسے بے اختیاری کے عالم میں ٹیبل کے پاس کھڑی' فون کان سے لگائے' سالار کو ٹیرس پر ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ بات محبت کی نہیں' عادت کی تھی۔ اسے اس کی عادت ہو گئی تھی اور عادت بعض دفعہ محبت سے بھی زیادہ جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

اسے اچانک خیال آیا کہ وہ کھانا کھانے سے پہلے کپڑے تبدیل کرے گا۔ بیڈ روم میں جا کر وہ اس کے لیے کپڑے نکال کر واش روم میں لٹکا کر آئی۔

وہ واش روم سے نکل رہی تھی' جب وہ بیڈ روم میں داخل ہوا۔

"میں شاور لے کر کھانا کھاؤں گا۔" اس نے جیسے اعلان کیا تھا۔

وہ نہ بھی کہتا پھر بھی وہ جانتی تھی' وہ سفر سے واپسی پر ہمیشہ نہا کر ہی کھانا کھاتا تھا۔

"میں نے تمہارے کپڑے اور ٹاولز رکھ دیے ہیں اور یہ میں تمہارے لیے نئے سلیپرز لے کر آئی تھی۔" وہ سلیپرز کا ڈبا شوریک سے نکالتے ہوئے بولی۔

"رہنے دو امامہ! میں خود ہی نکال لوں گا۔"

رسٹ واچ اتارتے ہوئے اس نے امامہ کو منع کیا۔ اسے کبھی بھی کسی دوسرے کا اپنا جوتے اٹھانا پسند نہیں تھا' وہ جانتی تھی۔ لیکن اس کے منع کرنے کے باوجود وہ سلیپرز نکال لائی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا۔" اس نے سلیپرز اس کے پاس رکھ دیے۔

وہ اب بیڈ پر بیٹھا اپنے جوتے اور جرابیں اتار رہا تھا اور وہ بے مقصد اس کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ شادی کے اتنے مہینوں میں آج پہلی بار وہ اس طرح بے مقصد اس کے پاس کھڑی تھی۔ سالار نے کچھ حیرانی سے نوٹس کیا تھا۔

"یہ یلو کپڑے تم نے میرے انتظار میں پہنے ہیں؟" اس نے جرابیں اتارتے ہوئے امامہ کو چھیڑا۔ وہ بے وجہ ہنسی۔ وہ مسٹرڈ کو یلو کہہ رہا تھا' لیکن آج اس نے اس کی تصحیح نہیں کی اور اس نے آج بھی اس کی تعریف نہیں کی تھی' مگر اسے یہ بھی برا نہیں لگا تھا۔

"نائس سلیپرز!" اپنی جرابیں اور جوتے اٹھاتے ہوئے اس نے سلیپرز پہنے اور امامہ سے کہا۔

"میں رکھتی ہوں۔" امامہ نے جوتے اور جرابیں اس سے لینے کی کوشش کی۔

"کیوں یار' پہلے کون رکھتا ہے؟" سالار نے کچھ حیرانی سے اسے روکا' امامہ رک گئی۔ واقعی وہ اپنے جوتے خود اٹھانے کا عادی تھا۔ جوتے شوریک میں رکھتے ہوئے اس نے لانڈری باسکٹ میں جرابیں ڈالیں اور واش روم میں گھس گیا۔

امامہ نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی اس کی رسٹ واچ اور سیل فون کو دیکھا۔ ہر خالی جگہ بھرنے لگی تھی۔

وہ جب تک نہا کر آیا امامہ کھانا لگا چکی تھی۔ سالار نے ڈائننگ ٹیبل پر نظر ڈالتے ہی بے اختیار کہا۔

"امامہ! کیا کیا پکا رکھا ہے یار!"

"جو' جو تمہیں اچھا لگتا ہے۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"مجھے...؟" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے ٹیبل پر پھیلی ہوئی ڈشز دیکھ کر جیسے کسی سوچ میں پڑا۔

"تم نے اپنا وقت ضائع کیا۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ پورے دن کی محنت پر بولے جانے والے اس جملے پر بری طرح ناراض ہوتی' لیکن آج اسے کچھ برا نہیں لگ رہا تھا۔ کسی بات پر غصہ نہیں آ رہا تھا' وہ اتنی ہی سرشار تھی۔

"میں نے اپنا وقت تمہارے لیے استعمال کیا۔" اس نے مدھم آواز میں سالار کی تصحیح کی۔

"لیکن تم تھک گئی ہو گی...؟"

"نہیں... کیوں تھکوں گی میں؟" اس نے چاولوں کی ڈش سالار کی طرف بڑھائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

سالار نے اس کی پلیٹ میں ہمیشہ کی طرح پہلے چاول ڈالے۔ اپنی پلیٹ کے ایک کونے میں پڑے ان چاولوں کو دیکھ کر اس کا دل بھر آیا تھا۔ تو اتنے دنوں سے یہ ایک چیز تھی جو وہ مس کر رہی تھی کھانے پر اور یہ "ایک" چیز نہیں تھی۔ وہ اب اپنی پلیٹ میں چاول ڈال رہا تھا۔ ایک مہینے کے بعد وہ اس کے اتنے قریب بیٹھی تھی۔ کھانا سرو کرتے اس کے ہاتھ دیکھ رہی تھی۔ سفید شرٹ کی آستینیں موڑے اس کے ہاتھوں نے ہمیشہ کی طرح اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ اس کا دل بے اختیار اس کے ہاتھ چھونے کو چاہا اس نے بمشکل نظر ہٹائی خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اس کے لیے یہ یک دم بہت مشکل ہو رہا تھا کہ وہ اس کے قریب ہو اور وہ صرف کھانے کی طرف متوجہ رہے۔

"پینٹنگز مکمل ہو گئی ہیں تمہاری؟"

وہ کھانا شروع کرتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔ امامہ نے چونک کر ٹیبل پر پڑا کانٹا اور چمچ اٹھایا۔

"کون سی پینٹنگز؟" اس نے بے خیالی میں کہا وہ ٹھٹکا۔

"تم بنا رہی تھیں نا کچھ؟" اس نے یاد دلایا۔

"یہ بھی لو۔" جواب دینے کے بجائے اس نے ایک اور ڈش اس کی طرف بڑھائی۔

"ڈر تو نہیں لگا تمہیں یہاں اکیلے رہتے ہوئے؟" سالار نے اس سے پوچھا۔

"کھانا اچھا ہے؟" امامہ نے ایک بار پھر جواب گول کیا۔ وہ مزید جھوٹ نہیں بول سکتی تھی بالکل ویسے ہی جیسے وہ سچ نہیں بول سکتی تھی۔

"ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"کتنے ناولز پڑھے تم نے؟" وہ اب پوچھ رہا تھا۔

"یہ چوپس بھی ہیں۔" اس نے ایک اور ڈش سرو کی۔

"تمہاری فلائٹ ٹھیک رہی؟"

اس سے پہلے کہ وہ اس سے کوئی مشکل سوال کرتا اس نے پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

"ہاں! اوور آل کچھ bumpy رہی۔۔۔ لیکن ٹھیک ہی تھی۔" اس نے بتایا۔

"اور کانفرنس بھی اچھی رہی؟"

"ایکسی لینٹ" اس نے بے اختیار کہا۔

"کیا روٹین تھیں تمہاری؟" وہ اسے موضوع سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی۔

"میری روٹین۔۔۔" وہ سوچ میں پڑی۔

"ہاں! کیا کیا کرتی تھیں سارا دن؟" وہ اب چپاتی کا ٹکڑا توڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"جو پہلے کیا کرتی تھی۔" اس نے نظریں چرا کر ایک اور ڈش اس کی طرف بڑھائی۔

"لیکن تب تو بہت زیادہ وقت ہوتا ہو گا تمہارے پاس۔" اس نے کریدا تھا۔

"بالکل ساری شام ساری رات۔"

"پھر تو عیش ہو گئے ہوں گے تمہارے؟" اپنی پلیٹ میں قورمہ نکالتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا۔

امامہ نے جواب دینے کے بجائے اپنی پلیٹ کو دیکھا جس میں چیزوں کا ڈھیر بالکل اسی طرح پڑا تھا۔ اس سے کچھ کھایا نہیں جا رہا تھا۔ سالار کو اتنی رغبت کے ساتھ کھاتے دیکھ کر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا پیٹ بھر رہا ہو۔

"تم سعیدہ اماں کو یہاں لے آتیں۔" سالار نے یک دم اس سے کہا۔ اسے پتا نہیں کیا خیال آیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"میں نے کہا تھا ان سے' لیکن تمہیں تو پتا ہے' وہ اتنے دنوں کے لیے اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتیں۔"
اس نے جواب دیا۔
"That's understandable"۔ سالار نے کھانا کھاتے ہوئے بے اختیار ایک نوالہ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ آخری لقمہ ہمیشہ اسے ہی کھلاتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ ٹھٹکی پھر اس نے لقمہ منہ میں لے لیا' لیکن وہ اسے چبا نہیں سکی۔ وہ لقمہ جیسے آخری حد ثابت ہوا' وہ بے اختیار رو پڑی۔ وہ پانی پیتے پیتے ایک دم رک گیا۔
"کیا ہوا؟" وہ ہکا بکا تھا۔ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔
"کیا ہوا ہے امامہ؟" وہ بری طرح بدحواس ہوا۔ کم از کم اس وقت اس طرح کی گفتگو کے دوران آنسو۔۔۔؟ وہ ان کی وجہ تلاش نہیں کر سکا۔
ایک دفعہ آنسو بہہ جانے کے بعد سب کچھ آسان ہو گیا تھا۔ مزید رونا' بے بسی کا اظہار اور کمزوری کا اعتراف۔۔۔ اب مزید دیواریں کھڑی رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔
"فار گاڈ سیک۔۔۔ تم پاگل کر دو گی مجھے' کیا ہوا ہے۔۔۔؟ سب کچھ ٹھیک رہا میرے بعد؟ کسی نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا؟" وہ اب مکمل طور پر حواس باختہ تھا۔ ٹشو پیپر سے آنکھیں رگڑتے ہوئے امامہ نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے سر ہلایا۔
"تو پھر کیوں رو رہی ہو؟" سالار مطمئن نہیں ہوا تھا۔
"ایسے ہی بس میں تمہیں بہت مس کرتی رہی اس لیے۔" وہ کہتے کہتے پھر رو پڑی۔
کیا شرمندگی سی شرمندگی تھی جو اس نے یہ اعتراف کرتے ہوئے محسوس کی تھی۔ سالار کو لگا اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی تھی۔
"کس کو مس کیا؟"
"تمہیں۔" اس نے سر جھکا کر روتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحوں کے لیے ساکت ہو گیا۔

"مجھے کس لیے؟" یہ بے یقینی کی انتہا تھی۔
وہ روتے روتے ٹھٹکی۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا' پھر بے حد خفگی کے عالم میں ٹیبل سے اپنی ڈنر پلیٹ اٹھاتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی۔
"میرا دماغ خراب ہو گیا تھا اس لیے۔" وہ کچھ بول نہیں سکا۔
شادی کے تقریباً چار ماہ میں اس نے پہلی بار یہ جملہ اس سے کہا تھا' ورنہ وہ آئی لو یو کے جواب میں بھی تھینک یو کہنے کی عادی تھی۔
وہ اب برتن اٹھا اٹھا کر اندر لے جا رہی تھی اور سالار بالکل ہونق سا پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے' اسے اپنے سامنے سے برتن ہٹاتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے رونے سے کبھی اتنا حواس باختہ نہیں ہوا تھا' جتنا اس کے اس معمولی سے اعتراف سے ہو گیا تھا۔
وہ شاکڈ نہ ہوتا تو کیا کرتا۔ وہ چار ہفتے پہلے بڑے دھڑلے سے اسے کہہ رہی تھی کہ۔۔۔ اور پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے' بت کی طرح کرسی پر بیٹھے' کوئی اس کے سامنے جیسے کسی معمہ کے ٹکڑے ترتیب دینے لگا تھا۔ وہ چار ہفتے باہر رہ کر اس کے جس رویے کو سمجھنے کی کوشش میں ناکام ہو گیا تھا' وہ اب سمجھ میں آ رہا تھا۔ یہ ناقابل یقین تھا کم از کم اس کے لیے کہ امامہ اسے۔۔۔
اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ کچن میں ادھر سے ادھر جاتے ہوئے' اسی طرح آنکھیں رگڑتے ہوئے چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

وہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر کچن میں آگیا' وہ فریج سے سویٹ ڈش نکال رہی تھی۔ سالار نے اس کے ہاتھ سے ڈونگا پکڑ کر کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ کچھ کہے بغیر اس نے اسے گلے لگایا تھا۔ بڑی نرمی سے یوں جیسے تلافی کر رہا ہو' معذرت کر رہا ہو۔ وہ خفگی سے الگ ہونا چاہتی تھی' اس کا ہاتھ جھٹکنا چاہتی تھی' لیکن بے بس تھی۔ فی الحال دنیا میں وہ واحد شخص تھا جو اسے اس طرح گلے لگاتا تھا۔ برسات پھر ہونے لگی تھی۔ وہ اس کی عادتیں خراب کر رہا تھا کسی پیراسائٹ کی طرح اسے اپنا محتاج کر رہا تھا۔

وہاں کھڑے دونوں کے درمیان ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا تھا' کوئی معذرت' کوئی اظہار محبت' کچھ نہیں۔ زندگی کے اس کھیل میں لفظ فالتو تھے' جس میں وہ لیڈ کر رہے تھے۔

برسات تھمنے لگی تھی۔ وہ ہاتھ سے گال اور آنکھیں خشک کرتی اس سے الگ ہو گئی۔

"دراصل میں گھر میں اکیلی تھی اس لیے مس کرتی رہی۔"

انکار' اقرار' اعتراف' پھر انکار۔۔۔ یہ مشرقی عورت کی زندگی کا دائرہ تھا' وہ بھی اسی دائرے میں گھومنے لگی تھی۔ جھوٹ کی ضرورت پھر آن پڑی تھی۔ اپنے گرد کھڑی دیوار کے شگاف کو اس نے پھر سے بھرنا شروع کر دیا۔

"ہاں' اکیلے ہوں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" سالار نے اس جھوٹ کو سچ بنانے میں اس کی مدد کی۔ امامہ کا حوصلہ بڑھا۔

"دانت میں درد تھا تو۔۔۔ تو۔۔۔ اس لیے مجھے رونا آگیا۔" وہ اٹکی پھر اس نے کہا۔

"ہاں' مجھے اندازہ ہے دانت کا درد بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ہوا تھا مجھے۔۔۔ میں جانتا ہوں کیا حالت ہوتی ہے۔" ایک دوسرے کے سامنے کھڑے' وہ نظریں ملائے بغیر جھوٹ بول رہے تھے۔

"آ۔۔۔ آ۔" وہ اٹکی' اب تیسرا جھوٹ ذہن میں نہیں آرہا تھا۔ جو سوال آرہا تھا اس نے وہی پوچھا "تم نے مجھے مس نہیں کیا؟" وہ پھر گلی کے اسی موڑ پر آکر کھڑے ہو گئے تھے۔

"ہر دن' ہر گھنٹہ' ہر منٹ' ہر سیکنڈ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا اور امامہ کی آنکھوں میں جیسے ستارے جھلملانے لگے تھے۔ بعض دفعہ ہم کوئی فلاسفی' کوئی حقیقت نہیں سننا چاہتے' بس وہی روایتی باتیں سننا چاہتے ہیں' جنہیں فلم کے پردے اور کتاب کے صفحے پر ہم ہزاروں بار پڑھتے ہوئے ہنستے ہیں' وہ بھی روایتی باتیں کر رہا تھا' وہی جملے جو اس وقت اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

"چار ہفتے تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اگر تمہارا خیال ساتھ نہ ہوتا تو میں مر جاتا۔"

"تم جھوٹے ہو۔" وہ بھرائی آواز میں روتے ہوئے ہنسی تھی۔

"تم بھی۔" سالار نے بے ساختہ جتایا۔

وہ روتے ہوئے ہنس رہی تھی یا ہنستے ہوئے رو رہی تھی' لیکن چار ماہ میں پہلی بار سالار کے لیے وہ برسات قابل اعتراض نہیں تھی۔ اتنے عرصے میں پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ "برسات" اسے کبھی بھی ڈبو سکتی ہے۔

☼ ☼ ☼

وہ اس رات بیڈ پر اس سے چند انچ دور' کروٹ کے بل لیٹے' کہنی تکیے پر ٹکائے اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ ایک مہینے کے دوران اکٹھی ہو جانے والی ساری باتیں۔ بے مقصد' بے معنی چیزوں اور واقعات کی تفصیلات' کس کی کال آئی' کس سے اس کی کیا بات ہوئی' ملازمہ نے اس سے کیا کہا' ٹی وی پر چلنے والے کسی پروگرام میں اس نے کیا دیکھا' کون سے میگزین میں اس نے کیا پڑھا۔ ٹیرس پر رکھے کتنے نوودں پر نئے پھول نکلے ہیں' فرقان اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

نوشین کے بچے کتنی بار اس کے گھر آئے' وہ نوشین کے ساتھ کتنی بار بازار گئی' کیا خریدا' کیا پسند نہیں آیا۔
اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ صرف وہ بول رہی تھی۔ سالار بالکل خاموش چت لیٹا اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔ ایک ہاتھ پر سر ٹکائے' وہ دوسرے ہاتھ سے غیر محسوس انداز میں اس کے بازو پر انگلی سے چھوٹے بڑے دائرے بناتے ہوئے اس سے باتیں کرتی رہی۔ وہ "خاموش سامع" پلکیں جھپکائے بغیر صرف اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔
اس کی آنکھوں کے تاثرات' اس کے چہرے پر جھلکنے والے رنگ' اس کے ہونٹوں کی حرکت' بات کرتے ہوئے اس کی ہنسی کی کھلکھلاہٹ' اس کے چہرے پر کھلنے والے رنگ' وہ جیسے سینما کی فرنٹ رو میں بیٹھا ہوا ایک سحر زدہ ناظر تھا۔ کہنی کے بل نیم دراز' جب وہ تھک جاتی تو پھر اس کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہتی "اچھا' چلو' اب سو جاتے ہیں۔"
یہ جملہ وہ شاید پچیس دفعہ کہہ چکی تھی۔
اس کے کندھے پر سر رکھے اسے پھر کچھ یاد آتا تو وہ یک دم سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھتی "میں نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ۔۔۔؟"
سالار نفی میں سر ہلا دیتا' گفتگو پھر دوبارہ وہیں سے شروع ہو جاتی۔ خاموش سامع پھر "وہی" فلم دیکھنے لگتا۔
"یہ کون سی اذان ہو رہی ہے؟" وہ بات کرتے کرتے چونکی۔
دور کہیں سے اس نے اذانوں کی آوازیں سنی تھیں۔
"فجر کی۔" سالار نے پرسکون انداز میں کہا۔ وہ بری طرح گڑبڑائی۔
"اوہ مائی گاڈ! فجر ہو گئی۔۔۔ اور میں۔۔۔ تمہیں تو سونا چاہیے تھا' تم تو تھکے ہوئے تھے۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ تم مجھ سے کہہ دیتے۔" وہ اب بری طرح نادم ہو رہی تھی۔ "مجھ سے کہنا چاہیے تھا تمہیں۔ کیوں نہیں کہا تم نے؟"
"کیا کہتا؟" وہ اب پرسکون تھا۔
"یہی کہ تم سونا چاہتے ہو۔"
"لیکن میں تو سونا نہیں چاہتا تھا۔"
"لیکن مجھے تو وقت کا پتا نہیں چلا' کم از کم تمہیں بتانا چاہیے تھا مجھے۔" وہ واقعی شرمندہ ہو رہی تھی۔
"تمہارا خیال ہے' مجھے وقت کا احساس تھا؟"
"تم سو جاؤ اب اور آئی ایم سوری۔۔۔ کتنی فضول باتیں کیں میں نے' تم بھی کیا سوچ رہے ہو گے؟" اسے اب احساس ہوا تھا کہ وہ کتنی دیر سے اکیلی ہی بول رہی تھی۔ وہ ہوں ہاں تک نہیں کر رہا تھا۔
"میں تو نماز پڑھ کر سوؤں گا اب اور میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ آج تم نے مجھ سے اتنی باتیں کیسے کر لیں۔"
"تم نے تو غور سے سنی بھی نہیں ہوں گی میری باتیں۔" وہ کچھ شرمندگی سے مسکرائی۔
"ایک ایک بات سنی ہے۔ چاہو تو شروع سے دہرا دیتا ہوں۔ آج تک تم نے جب جب' جو جو کہا ہے' مجھے یاد ہے۔۔۔ ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"
اس کا لہجہ ہموار تھا' لیکن آنکھوں میں کوئی تاثر تھا جس نے چند لمحوں کے لیے امامہ کو باندھا تھا۔
"اسی طرح باتیں کرو گی تو ہر رات جاگ سکتا ہوں تمہارے لیے۔" امامہ نے نظریں چرا لیں۔
بعض دفعہ اس سے نظریں ملانا' اس کی باتوں پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ اور بعض دفعہ اس زندگی کے بارے میں بھی کچھ کہنا مشکل ہو جاتا تھا جو وہ اس کے ساتھ گزار رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

اس سے کچھ دور رہتے ہوئے اس نے تکیے پر سر رکھ دیا۔ وہ اب سیدھی لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی۔
سائیڈ ٹیبل پر پڑے سیل فون کے یکدم بجتے الارم کو بند کرتے ہوئے سالار نے اس کی طرف کروٹ لی۔ کہنی کے بل نیم دراز اس نے امامہ سے کہا۔
"کچھ اور بتانا ہے تم نے؟" امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ سنجیدہ تھا۔
"نہیں۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔
"آئی لو یو۔" جواباً" سالار کے جملے نے چند لمحوں کے لیے اسے ساکت کیا۔ وہ اس کے پاس تھا' اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے جواباً" اس سے کچھ سننے کی خواہش رکھتا ہو۔ امامہ نے کبھی اس کی آنکھوں کو اتنی آسانی سے نہیں پڑھا تھا۔ شاید وہ اتنے قریب تھا اس لیے۔۔۔ وہ جیسے اپنی آنکھوں سے اسے بتانا نہ چاہتے ہوئے تھے۔
"تھینک یو۔۔۔"
وہ بے اختیار ہنسا۔ ایک گہرا سانس لے کر' ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کرتے ہوئے' اس نے جیسے گھٹنے ٹیک دیے تھے۔ بعض خواہشیں کوشش سے پوری نہیں ہوتیں اور بعض سوالوں کا کوئی جواب نہیں مل پاتا۔
وہاں اس کے اتنے قریب کوئی اور عورت ہوتی تو اسے "اظہار محبت" ہی ملتا۔ یہ امامہ ہاشم تھی' اس کا "اظہار تشکر" ہی کافی تھا۔ اس پر جھکتے ہوئے اس نے بہت نرمی سے اس کے ہونٹ چھوئے پھر اس کا ماتھا پھر وہ بیڈ سے اٹھ گیا۔

☼ ☼ ☼

"یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔" وہ دس بجے کے قریب اس کے ساتھ ناشتہ کرنے کے بعد ٹیبل صاف کر رہی تھی' جب وہ بیڈ روم سے ایک خوب صورت پیکنگ میں ایک باکس لے کر اس کے پاس آیا تھا۔
"یہ کیا ہے؟" وہ ٹیبل صاف کرتے کرتے رک گئی۔
"دیکھ لو۔" سالار نے باکس اس کی طرف بڑھایا۔
"جیولری ہے؟" اس کو ——— لیبل اور باکس کے ڈیزائن سے کچھ اندازہ ہو گیا تھا۔ سالار جواب دینے کے بجائے کندھے اچکا کر خاموش رہا۔ امامہ نے بڑے تجسس اور احتیاط سے اس باکس کی بے حد نفیس اور خوب صورت پیکنگ کو ہٹا کر باکس کھول لیا۔ سرخ مخمل جیسے ایک بے حد نفیس اور چمک دار کپڑے کی تہوں کے درمیان ایک کرسٹل رنگ کیس تھا اور اس کیس سے نظر آنے والی رنگ نے کچھ دیر کے لیے اسے ساکت کر دیا تھا۔ اسکوئر ڈائمنڈز کے بینڈ کے ساتھ وہ ایک پلاٹینم ٹیولپ ڈائمنڈ رنگ تھی۔ چودہ قیراط کے اس ڈائمنڈ کے گرد ننھے ننھے نیلم کے گول گول نگینوں کا ایک دائرہ تھا۔ بہت دیر۔۔۔ مسمرائزڈ اس رنگ پر نظریں جمائے' اس نے بے اختیار گہرا سانس لے کر اپنا پہلا ردعمل دیا۔ یہ صرف ڈائمنڈ ہی نہیں تھے جو اس کی نظروں کو خیرہ کر رہے تھے' بلکہ وہ پیچیدہ ڈیزائن بھی جس میں وہ سارے جیولز جڑے تھے۔
"یہ بہت خوب صورت ہے۔" اس نے بمشکل کہا۔ سالار نے ہاتھ بڑھا کر کرسٹل کا کیس کھول کر رنگ کو نکال لیا۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے وہ رنگ اس کی انگلی میں پہنا دی۔
"ہاں یہ اب خوب صورت لگ رہی ہے۔"
رنگ پہنانے کے بعد اس نے اس کے ہاتھ پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کہا۔
"اور دیکھو! یہ بالکل میری انگلی کے سائز کے مطابق ہے۔" وہ جیسے کچھ اور ایکسائیٹڈ ہوئی تھی۔
"تمہاری انگلی کا سائز لے کر بنائی گئی ہے کیونکہ تمہاری ایک رنگ لے کر گیا تھا میں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

اس نے اس ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا جس میں وہ رنگ تھی۔ اس رنگ نے اس کے ہاتھ کو سجا دیا تھا۔ وہ جس ہاتھ میں بھی ہوتی دیکھنے والے پر ایسا ہی تاثر چھوڑتی۔

"یہ ویڈنگ گفٹ ہے تمہارے لیے۔" سالار نے اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ اس نے کچھ حیران ہو کر سالار کو دیکھا۔

"ویڈنگ گفٹ۔۔۔؟ چار ماہ ہو گئے ہیں شادی کو۔"

"ہاں! میں نے تمہیں ویڈنگ گفٹ نہیں دیا تھا۔ پہلے یاد نہیں تھا' بعد میں پیسے نہیں تھے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"اور اب کہاں سے آئے پیسے؟"

"آ گئے کہیں سے۔" اس نے ٹالا۔ امامہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کوئی غلط کام نہیں کیا میں نے۔" وہ بے اختیار شرمندہ ہوئی۔

"میں نے کب کہا کہ۔۔۔"

"چلو! ڈاکٹر صاحب کے ہاں چلتے ہیں اور سعیدہ اماں سے بھی مل کر آتے ہیں۔ میرے بیگ میں کچھ گفٹس ہیں ان کے لیے' وہ نکال لو۔" سالار نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی تھی۔

"تھینک یو سالار!" وہ جاتے جاتے ٹھٹکا۔

"کس لیے؟"

"ہر چیز کے لیے۔"

"یہ سب تمہارا ہی ہے۔" امامہ نے نظریں چرائیں۔

"میں نے سوچا تمہیں یاد بھی نہیں ہو گا کہ تم نے مجھے شادی پر کوئی گفٹ نہیں دیا۔" اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے خوشی سے سرشار ہو رہی تھی۔ وہ واحد گلہ تھا جو وہ اپنے دل میں سالار کے لیے رکھے ہوئے تھی۔

"نہیں' بھولا نہیں تھا۔۔۔"

امامہ کو لگا کہ وہ کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔ سالار نے بات ادھوری چھوڑی تھی یا بدلی تھی' یہ وہ سمجھ نہیں سکی۔

☼ ☼ ☼

"مائی گاڈ۔۔۔! دیکھو۔" وہ واک وے پر چلتے چلتے بے اختیار ٹھٹکی تھی۔

سالار نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ وہ دونوں ریس کورس میں لگنے والے ایک میلے کو دیکھنے آئے تھے۔ اب بے مقصد میلے کی جگہ سے کچھ دور چہل قدمی میں مصروف تھے' جب امامہ اس واک وے کے داہنی طرف درختوں کے اطراف' پانی میں ڈوبی ہوئی گھاس میں نظر آنے والے عکس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ وہ پچھلی رات کی بارش کا پانی تھا جو ابھی پوری طرح ڈرین آؤٹ نہیں ہو سکا تھا۔ دیو قامت درختوں کے تنوں اور شاخوں پر لگے رنگین برقی قمقموں اور ٹیوب لائٹس کا عکس نیچے جمع شدہ پانی میں پڑ رہا تھا۔

اس عکس کو دیکھتے ہوئے وہ بھی کچھ دیر کے لیے اسی طرح سحر زدہ سا ہو کر رہ گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی رنگ و نور سے بھری کسی وادی کے کنارے کھڑے' اس میں چمکتے ہوئے رنگین ہیرے جواہرات کے درخت دیکھ رہے ہوں یا الف لیلیٰ کا کوئی منظر دیکھ رہے ہوں۔ ہوا کے جھونکوں سے پانی میں بہت ہلکا سا ارتعاش پیدا ہو رہا تھا اور ان روشنیوں اور درختوں کا عکس منعکس ہو کر جیسے محو رقص تھا۔ طلسم ہوشربا جیسے پانی کی لہروں پر ڈول رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"یوں لگ رہا ہے جیسے جنت میں رات ہو گئی ہے۔"

طویل خاموشی کے بعد اس نے امامہ کی آواز سنی۔ اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ پلکیں جھپکے بغیر ابھی تک اس پانی کو دیکھ رہی تھی جس کی روشنیوں کا عکس اس کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔

"ایسی ہوتی ہو گی جنت؟" سالار نے اسے کہتے سنا۔

وہ کچھ کہنے کے بجائے' دوبارہ اس پانی کو دیکھنے لگا۔ اس وسیع و عریض پارک کی روشنیوں سے بقعہ نور بنے ہوئے حصے میں گھومتے لوگوں کو اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا ہو گا کہ وہاں سے بہت دور' ایک نیم تاریک روش پر کھڑے دو لوگ' پانی میں نظر آنے والے ایک عکس میں جنت ڈھونڈ رہے تھے۔

"جنت میں ستارے ہوں گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"ہاں! بہت سارے ہوں گے۔" اس نے اندازہ لگایا۔

"اتنے رنگوں کے؟" اس نے ان روشنیوں کے رنگ گنے۔

"کائنات میں موجود ہر رنگ۔" وہ بے اختیار محظوظ ہو کر ہنسی' اسے جواب پسند آیا تھا۔

"رات ایسے ہی منور ہوتی ہو گی؟" عکس پر نظریں جمائے وہ جیسے بے خود ہو رہے تھے۔

"اس سے زیادہ روشن' اس سے زیادہ منور۔" سالار نے بے اختیار کہا۔ وہ جھکی اور اس نے اپنی انگلیوں سے عکس کو چھونے کی کوشش کی۔ سالار نے بروقت اسے کھینچا۔

"درختوں پر لائٹس آن ہیں' پانی میں کرنٹ بھی ہو سکتا ہے۔" وہ ناراض ہوا تھا۔

"میں اسے چھونا چاہتی تھی۔"

"یہ عکس جنت نہیں ہے۔"

"جنت میں اور کیا ہو گا؟"

"تم؟" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا وہ عکس کو دیکھ رہا تھا۔

"صرف میں اور تم نہیں ہو گے؟" "پتا نہیں" اس نے گردن موڑ کر بے حد عجیب مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"تو پھر تم کیسے جانتے ہو کہ میں وہاں ہوں گی؟" اس نے اسے تنگ کیا۔

"جنت کے علاوہ کہیں اور رکھا جا سکتا ہے تمہیں؟" اس نے جواباً سوال کیا۔ اس کے لہجے میں رشک تھا' وہ ہنس پڑی۔

"اتنی آسانی سے مل جاتی ہے جنت؟" اس نے جیسے سالار کو جتایا۔

"مجھے آسانی سے نہیں ملے گی' تمہیں آسانی سے مل جائے گی۔" اس کا لہجہ پھر عجیب سا تھا۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی۔

"تم جتنی آسانی سے ہر چیز میں "جنت" ڈھونڈ لیتی ہو' میں آج تک نہیں ڈھونڈ سکا۔ اس لیے کہہ رہا ہوں۔" وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

دو دن پہلے وہ گھر کے لیے لیمپ خریدنے گئے تھے۔ انہوں نے بیڈ روم کے لیے لیمپس کا ایک سیٹ خریدا اور وہ رات کو ناول پڑھتے پڑھتے لیمپ شیڈ کو دیکھنے لگی۔ وہ ای میل چیک کرنے کے بعد اپنا لیپ ٹاپ بند کرنے لگا تو اس نے امامہ کو دیکھا۔ وہ اب بھی اسی طرح لیمپ شیڈ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو تم؟" وہ حیران ہوا۔

"بیوٹی فل۔" اس نے جواباً" بے ساختہ اسی طرح لیمپ شیڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

سالار نے قدرے حیرانی سے اپنے سائیڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ شیڈ کو دیکھا۔

"ہاں! اچھا ہے؟" اس نے سرسری انداز میں کہا۔ وہ خوب صورت لیمپس تھے لیکن اتنے بھی نہیں تھے کہ وہ ان پر یوں نظریں گاڑ کر بیٹھ جاتا۔

"یہ کون سے پھول ہیں؟" وہ ابھی بھی لیمپ شیڈ پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔

"پھول؟" سالار نے حیرانی سے لیمپ شیڈ کو دوبارہ دیکھا۔ اس نے پہلی بار اس پرل کلر کے شیڈ پر بنے پیٹرن کو دیکھا۔ اس شیڈ کا ٹیکسچر کچھ عجیب تھا۔ کاغذ نما اس کپڑے پر سنہری مائل پیلے پھولوں کا ایک بے حد مہین اور نفیس پیٹرن تھا جو صرف لیمپ کے آن ہونے پر نظر آ رہا تھا۔ ان پھولوں میں کہیں کہیں کرمزن کلر کی کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آتی، مدھم پڑتی پھر چند لمحوں کے بعد وہی چیز چمکتی۔

"نہ یہ گلاب ہیں اور نہ ہی ٹیولپ ہیں، تھوڑا سا بلو بیل سے ملتا جلتا ہے لیکن وہ بھی نہیں۔" وہ جیسے پھولوں کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی پھر جیسے اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

"ایسے پھول جنت میں ہوں گے۔" وہ ہنس پڑا۔

"اچھا۔"

"دیکھو یہ پھول رنگ بدل رہے ہیں... لیکن یہ رنگ نہیں بدل رہے بلکہ یہ کھل رہے ہیں۔" وہ لیمپ شیڈ پر بنے پھولوں پر اب انگلی پھیر رہی تھی۔ سالار جیسے کسی سحر میں آیا تھا۔ وہ پھول واقعی بار بار کھلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"Lovely۔" وہ سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ انہیں اب سمجھ آیا تھا کہ وہ لیمپ اتنے مہنگے کیوں تھے۔ دن کی روشنی میں سیلز مین کبھی انہیں وہ پیٹرن نہیں دکھا سکتا تھا۔ شاید اس لیے اس نے انہیں صرف ڈیزائن اور روشنی ہی کے حوالے سے بتایا تھا۔

اور ایک ہفتہ پہلے اس کی دراز صاف کرتے ہوئے، سالار کی ویسٹ پیپر باسکٹ میں سے وہ ایک پوسٹ کارڈ اس کے پاس لے کر آئی۔

"ہاں! اسے پھینک دیا ہے میں نے... بے کار ہے۔" اس نے ٹی وی دیکھتے ہوئے امامہ کے ہاتھ میں وہ پوسٹ کارڈ دیکھ کر کہا تھا۔ وہ اس کارڈ کو لیے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"سالار! یہ دیکھو کتنی خوب صورت جھیل ہے اور دیکھو کتنا سکون ہے اس جگہ پر۔" سالار نے اس کے ہاتھ سے پوسٹ کارڈ لے کر اس پر ایک نظر دوڑائی۔ وہ کسی پینٹنگ کا پوسٹ کارڈ تھا۔ کسی پینٹر کا بنایا ہوا لینڈ سکیپ، ایک بہت چھوٹی سی کم گہرے کنارے والی جھیل جس کے کنارے جنگلی پھولوں سے بھرے ہوئے تھے اور ان پھولوں کا عکس جھیل کے پانی میں نظر آ رہا تھا۔ کچھ پھول ٹوٹ کر پانی کی سطح پر تیر رہے تھے۔ جھیل کے کنارے ایک چھوٹی سی لکڑی کی کشتی تھی جس میں صرف ایک چپو پڑا تھا اور وہ کشتی صرف دو افراد کے لیے تھی۔ جھیل کی سطح پر کچھ آبی پرندے تیرتے نظر آ رہے تھے۔

"یہ صندل کی لکڑی سے بنی ہوئی ہے۔ اس کشتی کا رنگ دیکھو، یہ صندل کا رنگ ہے۔"

وہ پوسٹ کارڈ پر انگلی پھیرتے ہوئے اسے بتانے لگی تھی۔

"ایسا لگتا ہے جیسے صبح سویرے کوئی اس کشتی میں بیٹھ کر کہیں جاتا ہو... ایک مہکتی، خوشبودار بھیگی ہوئی کشتی میں... اور ہوا چل رہی ہو... اور جھیل میں اس کشتی میں بیٹھے خوشبودار ہوا کے جھونکے... ذرا تصور کرو۔" اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا یوں جیسے اپنی فلمی تصویر سے خود محظوظ ہوئی ہو۔

"کتنی Serenity ہے اس سین میں... ایسے جیسے یہ جنت ہو... میں نہ بتاتی تو تم تو اسے پھینک رہے تھے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

وہ بے اختیار اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ واقعی اس کی زندگی میں نہ آتی تو وہ جنت کو۔۔۔

"اس کی پکچر بنا لو سیل فون کے ساتھ۔" امامہ کی آواز نے یک دم اسے چونکا دیا۔ وہ اب بھی اسی عکس کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ سالار نے سیل فون نکال کر چند تصویریں کھینچیں اور سیل اسے تھما دیا۔ اس نے باری باری ان تصویروں کو دیکھا اور پھر مطمئن ہو گئی۔

"چلیں؟" سالار نے کہا۔

"ہاں۔" ان دونوں نے ایک آخری نظر اس عکس پر ڈالی اور پھر آگے چل پڑے۔

سالار نے چلتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خاموش کیوں ہو گئے۔۔۔؟ کوئی بات کرو۔" امامہ نے چند قدم چلنے کے بعد اس سے کہا۔

"تم کرو میں سن رہا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے تمہیں مجھ سے پہلے جنت مل جائے۔" امامہ نے اپنے جملے کا مفہوم سمجھے بغیر اسے تسلی دی۔ وہ ہنس پڑا تھا۔

"چاہتا تو میں بھی یہی ہوں۔" وہ مدھم آواز میں بڑبڑایا۔

"تم سے پہلے مرنا چاہتا ہوں میں۔" اسے چلتے ہوئے ٹھوکر لگی۔ کوئی چیز جیسے اس کے جسم سے ایک لمحہ کے لیے اسے تھرا ہوئی گزری تھی۔ وہ جو جنت ڈھونڈتی پھر رہی تھی اس سے پہلے جو "شے" سامنے کھڑی تھی وہ اسے بھول گئی تھی۔ ان کا ساتھ سالوں کا تھا اور ان کا ساتھ مہینوں کا تھا۔ اس نے سالوں میں کبھی جدائی محسوس نہیں کی تھی لیکن وہ ان ہفتوں کا ساتھ ختم ہونے کا سوچ کر بھی لرز گئی تھی۔

"تم کیوں کہہ رہے ہو اس طرح؟" وہ رک گئی اور اس نے سالار سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ شاید مجھے تم سے پہلے جنت مل جائے۔"

"لیکن میں نے مرنے کا نہیں کہا۔"

"کیا اس کے بغیر مل سکتی ہے؟" وہ بول نہیں سکی۔ نیم تاریکی میں اس روش پر ایک دوسرے کے مقابل کھڑے وہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر سالار نے اس کی آنکھوں میں پانی امڈتے دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے، جو مرضی کہو۔" اس کی آواز میں خفگی تھی۔

سالار نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے جیسے معذرت خواہانہ انداز میں دبایا۔

"میں نے صرف تمہاری بات دہرائی تھی۔"

"اور میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم نے نکالا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" وہ دونوں پھر چلنے لگے۔

"کیا تم جنت میں مجھے اپنا پارٹنر منتخب کرو گی؟"

چند قدم چلنے کے بعد اس نے سالار کو نرم آواز میں کہتے سنا۔ وہ بول نہیں سکی۔ وہ ہنس پڑا۔

"یعنی نہیں۔"

"میں نے یہ کب کہا؟" وہ رک گئی۔

"لیکن تم نے کچھ بھی کب کہا؟"

"میں سوچ رہی تھی۔"

"سوچ لیا؟ پھر اب بتاؤ۔" وہ ہنس پڑی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

"جنت کی بات تم نے شروع کی تھی۔" اس نے سالار کا چہرہ دیکھا۔
"شاید۔" وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔
"تمہیں یقین نہیں ہے؟" اس نے ہنس کر اس سے پوچھا۔
"یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"
"اگر تم جنت میں پہنچ گئے تو پھر تمہیں ہی چننا پڑے گا۔" اس نے مذاق کیا۔
"اور اگر کوئی اور بھی پہنچ گیا تو؟" اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔
دونوں کے درمیان خاموشی کا لمبا وقفہ آیا تھا۔ اس "اور" کا تعارف نہ امامہ نے مانگا تھا' نہ سالار نے کروایا تھا' مگر اس "اور" نے اس کو سالار سے نظریں چرانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ نظریں نہ چراتی تو اتنی تکلیف نہ ہوتی سالار کو جتنی اب ہوئی تھی۔ وہ اس سے کہہ نہیں سکی' بات اس کے انتخاب پر بھی نہیں رہی تھی' بات جلال کے انتخاب پر تھی۔ اس کا انتخاب جنت میں بھی شاید وہ کبھی نہ ہوتی' لیکن یہ اعتراف کرنے میں کوڑے کھانے جیسی ذلت تھی۔ چپ بہتر تھی لیکن اسے یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اس کی چپ سالار کو اس وقت کوڑے کی طرح لگی تھی۔
اس روش سے روشنیوں تک کا باقی فاصلہ خاموشی میں طے ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

سکندر عثمان کو چند لمحوں تک اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔
"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے' وہ پلاٹ تو تب ہی نہیں سکتا۔ سالار کے نام ہے وہ۔"
انہوں نے احتشام الدین سے کہا۔ وہ ان کے ایک کاروباری دوست تھے' اور چند منٹ پہلے انہوں نے سکندر عثمان کو فون کر کے ایک پلاٹ کی فروخت کے بارے میں شکایت کی تھی۔ ان کے کسی دوست نے ان ہی کے وکیل کے ذریعے ایک ایسا پلاٹ کچھ دن پہلے خریدا تھا جو سکندر عثمان کا تھا' اور جس کو ایک ڈیڑھ سال پہلے احتشام الدین نے خریدنے کی آفر کی تھی' لیکن سکندر نے تب انہیں یہ بتایا تھا کہ وہ پلاٹ جائیداد کی تقسیم کے دوران سالار کے نام کر چکے تھے۔ البتہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کبھی اس پلاٹ کو فروخت کرنے کی ضرورت پڑی تو وہ احتشام الدین کو ترجیح دیں گے۔
"میرے وکیل کے ذریعے سارا پیپر ورک ہوا ہے۔ آپ کہیں تو آپ کو نیوز پیپر میں پلاٹ کی منتقلی کا ایڈ بھی بھجوا دیتا ہوں۔ آپ کے بیٹے نے یہ پلاٹ ڈیڑھ کروڑ میں بیچا ہے۔ مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ میرے وکیل نے منتقلی کے بعد بتایا مجھے' وہ بھی اتفاقاً۔ کچھ دیر پہلے بتا دیتا تو میں کبھی یہ پلاٹ کسی اور کو خریدنے نہ دیتا۔"
چند لمحوں کے لیے سکندر عثمان کا سر گھوم کر رہ گیا۔ پچھلے سال انہوں نے اپنی جائیداد کی تقسیم کر دی تھی۔ یہ ان دو پلاٹس میں سے ایک تھا جو سالار کے حصے میں آیا تھا۔
"میں ابھی سالار سے بات کر کے دوبارہ آپ سے بات کرتا ہوں۔" سکندر عثمان نے یکدم کہا۔
انہیں ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان کو بتائے بغیر پلاٹ بیچ سکتا ہے۔
سالار اس دن اسلام آباد میں تھا اور اس وقت اپنے کسی کام سے مارکیٹ کی طرف جا رہا تھا جب اسے سکندر کی کال ملی۔
"سالار! تم نے اپنا پلاٹ بیچ دیا ہے؟"
وہ اس وقت ایک سگنل پر رکا تھا اور اس کے ہیلو کہتے ہی سکندر نے دوسری طرف سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Scanned By Pakistan.web.pk

چند لمحے سالار کچھ بول نہیں سکا۔ پلاٹ کی فروخت کا سکندر کو اتنی جلدی پتا چل جائے گا' اسے اندازہ نہیں تھا۔ اس کی چند لمحوں کی خاموشی نے سکندر کے بدترین خدشات کی تصدیق کر دی تھی۔

"تم میرے آفس آؤ۔" انہوں نے بے حد سرد مہری سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"کب بیچا تھا پلاٹ؟" اس کے آفس پہنچ کر کرسی پر بیٹھتے ہی سکندر نے اس سے کہا۔ ان کا لہجہ قطعی خوشگوار نہیں تھا۔ وہ اس کی جائیداد تھی لیکن وہ بیچنے کے لیے نہیں دی گئی تھی۔

"پچھلے مہینے۔" اس نے لہجہ ہموار رکھنے کی کوشش کی۔

"کیوں؟"

"مجھے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔"

"کس لیے؟" سالار اس بار جواب دیتے ہوئے جھجکا۔

"کس لیے رقم کی ضرورت تھی؟"

"مجھے امامہ کو ایک رنگ خرید کر دینی تھی۔" سکندر کو لگا کہ انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"کیا؟"

"امامہ کے لیے ایک رنگ خریدنی تھی۔" اسی نارمل انداز میں اس نے اپنا جواب دہرایا تھا۔

"لاکھ دو لاکھ کی رنگ کے لیے تم نے پلاٹ بیچ دیا؟"

سکندر نے اس کے جواب سے بالکل غلط نتیجہ نکالا۔

"اپنا کریڈٹ کارڈ استعمال کرتے' بینک سے پرسنل لون لے لیتے یا مجھ سے کہتے۔"

"میں لون لے کر اسے گفٹ نہیں کرنا چاہتا تھا اور ایک دو لاکھ کی انگوٹھی نہیں تھی' کچھ زیادہ مہنگی تھی' آپ اتنے پیسے بھی نہ دیتے مجھے۔" وہ بڑی رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"کتنی مہنگی ہوتی' چار یا پانچ لاکھ کی ہوتی۔۔۔ چلو دس لاکھ کی ہوتی۔۔۔ دے دیتا میں تمہیں۔"

سکندر بے حد خفا تھے۔ وہ پلاٹ پونے دو کروڑ کا تھا جسے وہ ڈیڑھ کروڑ میں بیچ آیا تھا۔

"دس لاکھ کی بات نہیں تھی۔" سکندر نے اسے کہتے سنا۔

"پھر؟" سکندر کے ماتھے پر بل آئے۔ سالار نے اپنا گلا صاف کیا۔

"13.7" یہ واحد طریقہ تھا جس سے وہ اس انگوٹھی کی قیمت تین ہندسوں میں کر پایا تھا۔

"کیا۔۔۔؟" سکندر کو کچھ سمجھ نہیں آئی۔

"13.7" سالار نے ایک بار پھر گلا صاف کر کے اگلا لفظ کہا۔ سکندر کو چند لمحے سانس نہیں آیا۔ انہیں پہلی بار اس کی بات سمجھ میں آئی تھی۔

"13.7 ملین کی رنگ دی ہے تم نے اسے؟" ان کا ذہن جیسے بھک سے اڑ گیا تھا۔ سالار سر جھکائے ٹیبل پر پڑے پیپر ویٹ پر انگلیاں پھیر رہا تھا۔ فی الحال وہ اس کمرے میں کچھ اور نہیں کر سکتا تھا۔

"سالار ایک کروڑ سینتیس لاکھ روپے کی رنگ خرید کر دی ہے تم نے اسے؟"

سکندر عثمان کی خود بھی سمجھ نہیں آیا کہ انہوں نے اس سے دوبارہ یہ کیوں پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔" اس بار سالار نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

سکندر بے یقینی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ سالار نے نظریں چرا لیں' وہ اب ان کے عقب میں دیوار پر لگی پینٹنگ دیکھ رہا تھا' اس کے علاوہ وہ اور کیا کرتا؟ اس کے چہرے پر نظریں جمائے سکندر نے ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ وہ اگر اسے الو کا پٹھا کہتے تھے تو ٹھیک ہی کہتے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

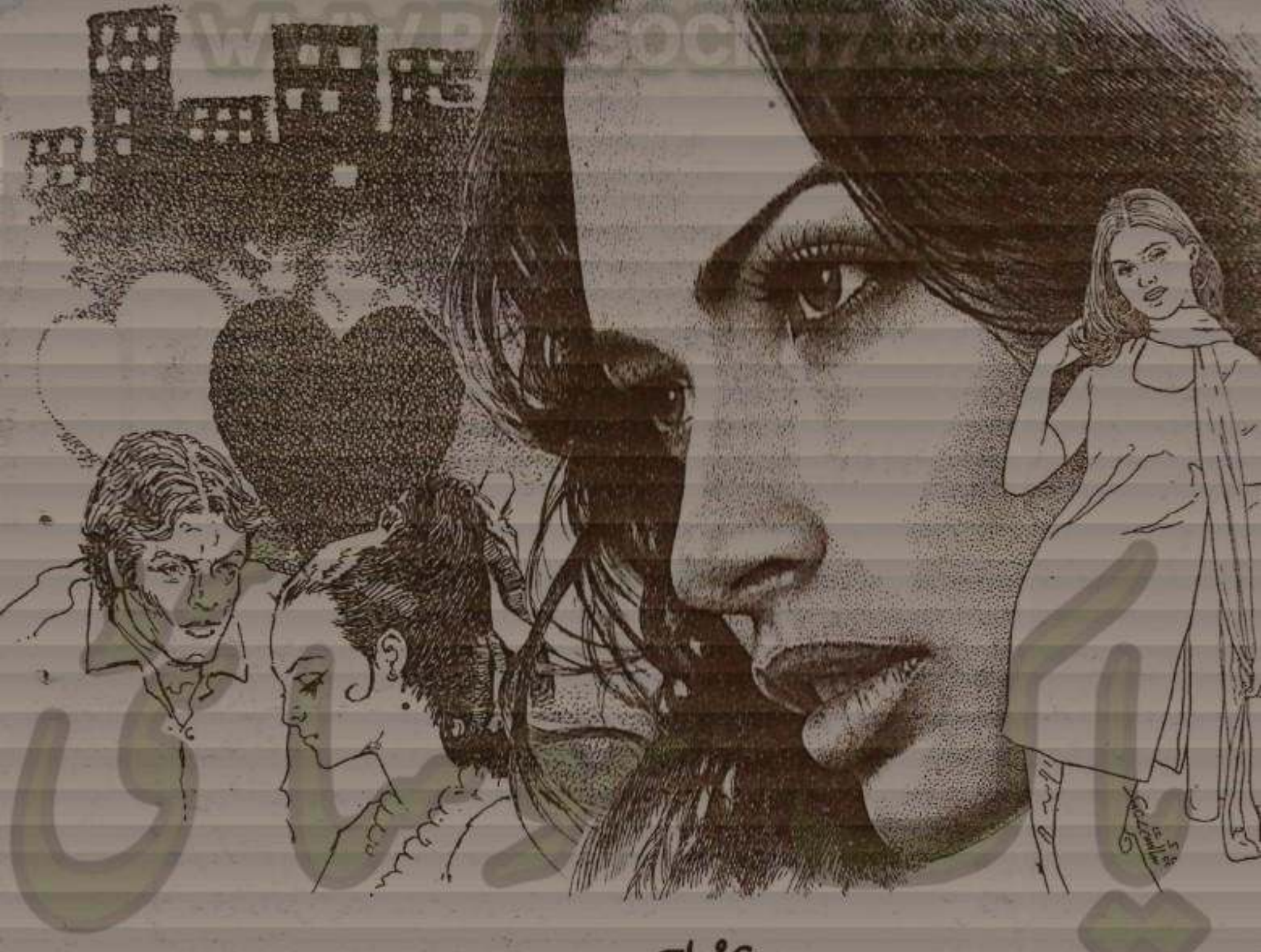

عمیرہ احمد

آب حیات

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کردیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کررہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سرا مل جاتا ہے۔

آ۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پارہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ نینسی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک صرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتادیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد، مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی، جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرادی۔

A۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کررہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کردی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کردیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی، اس نے اس بھی انکار کردیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہورہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال وجواب نے اسے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

5۔ وہ جیسے ہی گھر آیا۔ معمول کے مطابق اس کے دونوں بچے اپنا کھیل چھوڑ کر اس کے گلے آلگے۔ حسب معمول اس کی بیوی نے بھی جو تیسری بار امید سے تھی، اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ وہ لان میں اپنی بیوی بچوں کو مطمئن و مسرور دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اگر وہ چند پیپر پھاڑ کر پھینک دے تو اس کی زندگی آئندہ بھی اسی طرح خوب صورت رہ سکتی ہے۔ مگر وہ ضروری فون آجاتا ہے۔ جس کا وہ انتظار کررہا ہے۔ اب اسے اپنی فیملی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

8۔ پریذیڈنٹ ایک انتہائی مشکل صورت حال سے دوچار تھا۔ اس کا فیصلہ کانگریس کے الیکشنز پر بری طرح اثر انداز ہو سکتا تھا۔ کیبنٹ کے چھ ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل نشست کے بعد اسے پندرہ منٹ کا وقفہ لینا پڑا تھا۔ فیصلے کی ذمہ داری اس کے سر تھی۔ آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

10۔ الزائمر کے مریض باپ کو وہ اپنے ہاتھوں سے یخنی پلا رہا تھا۔ اس کے انداز میں اپنے باپ کے لیے نہایت پیار' احترام اور تحمل ہے۔ اس کے باپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس کے ہاتھ سے آخری بار کھانا کھا رہا ہے۔ اس کا سامان ایرپورٹ پر جا چکا ہے اور وہ گاڑی کا انتظار کر رہا ہے۔

Q۔ وہ نیلے رنگ کی شفاف جھیل پر اس کے ہمراہ ہے۔ خوب صورت حسین مناظر میں گھری جھیل میں وہ صندل کی لکڑی کی کشتی میں سوار ہے۔

K۔ وہ تیسری منزل پر بنے اپارٹمنٹ کے بیڈ روم کی کھڑکی سے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اس بینکوئٹ ہال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ٹائم نو بج کر دو منٹ ہو رہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد وہ مہمان بینکوئٹ ہال میں داخل ہو گا۔ وہ ایک پروفیشنل شوٹر ہے۔ اسے مہمان کو نشانہ بنانے کے لیے ہائر کیا گیا ہے۔

3۔ وہ اس سے اصرار کر رہی ہے کہ نجومی کو ہاتھ دکھایا جائے۔ وہ مسلسل انکار کرتا ہے مگر اس کی خوشی کی خاطر مان لیتا ہے نجومی لڑکی کا ہاتھ دیکھ کر بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں۔ دوسری لکیر مضبوط اور خوشگوار شادی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ دونوں ساکت رہ جاتے ہیں۔

آدم و حوا

ایک خوب صورت اتفاق نے سالار اور امامہ کو یکجا کر دیا۔ اس نے امامہ کو سال بعد دیکھا تھا۔ ان کی ابتدائی زندگی کا پہلا اختلاف لائٹ پر ہوا۔ سالار کو لائٹ آن کر کے سونے کی عادت تھی جبکہ امامہ کو روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔ لیکن سالار نے امامہ کی بات مان لی۔ صبح وہ امامہ کو جگائے بغیر سحری کر کے نماز پڑھنے چلا جاتا ہے' امامہ سحری کے لیے اٹھتی ہے تو فرقان کے گھر سے کھانا آیا رکھا ہوتا ہے۔ امامہ اسے سالار کی بے اعتنائی سمجھتی ہے۔ سعیدہ اماں سے فون پر بات کرتے ہوئے وہ رو پڑتی ہے اور وجہ پوچھنے پر اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ سالار کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ سعیدہ اماں کو سالار پر سخت غصہ آتا ہے۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کو بھی بتا دیتی ہیں کہ سالار نے امامہ کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ سالار ڈاکٹر سبط علی کے گھر امامہ کا روکھا رویہ محسوس کرتا ہے سعیدہ اماں بھی سالار کے ساتھ ناراضی سے پیش آتی ہیں۔ پھر امامہ اس رات سعیدہ اماں کے ہی گھر رہ جاتی ہے۔ سالار کو اچھا نہیں لگتا مگر وہ منع نہیں کرتا۔ امامہ کو یہ بھی برا لگتا ہے کہ اس نے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کو سالار سے یہ بھی شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے منہ دکھائی نہیں دی۔ سالار اپنے باپ سکندر عثمان کو بتا دیتا ہے کہ اس کی شادی آمنہ نامی جس لڑکی سے ہوئی ہے وہ دراصل امامہ ہے۔ سکندر عثمان اور طیبہ سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔ امامہ کو فرقان کے گھر روزانہ کھانا کھانے پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور سالار کے سی فوڈ کھانے پر بھی۔ سکندر عثمان' طیبہ اور انیتا ان دونوں سے ملنے آتے ہیں اور امامہ سے بہت پیار سے ملتے ہیں۔ وہ سالار کا ولیمہ اسلام آباد میں کرنے کے بجائے اب لاہور میں کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ ڈاکٹر سبط امامہ سے سالار کے ناروا سلوک کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی اس نے بنا ڈالی تھی۔ سالار' امامہ سے اسلام آباد چلنے کو کہتا ہے۔ تو امامہ خوف زدہ ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر سبط' سالار کو سمجھاتے ہیں۔ وہ خاموشی سے سنتا ہے۔ وضاحت اور صفائی میں کچھ نہیں بولتا مگر ان کے گھر سے واپسی پر وہ امامہ سے ان شکایتوں کی وجہ پوچھتا ہے۔ وہ جواباً" روتے ہوئے وہی بتاتی ہے' جو سعیدہ اماں کو بتا چکی ہے۔ سالار کو اس کے آنسو تکلیف دیتے ہیں' پھر وہ اس سے معذرت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ آئندہ جو بھی شکایت ہو' کسی اور سے نہ کرنا' ڈائریکٹ مجھے ہی بتانا' وہ اس کے ساتھ سعیدہ اماں کے گھر سے جہیز کا سامان لے کر آتا ہے' جو کچھ امامہ نے خود جمع کیا ہوتا ہے اور کچھ ڈاکٹر سبط نے اس کے لیے رکھا ہوتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں گھٹیا رومانوی ناول دیکھ کر سالار کو کوفت

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہوتی ہے اور وہ انہیں تلف کرنے کا سوچتا ہے۔ مگر امامہ کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ سالار اپنے بینک میں امامہ کا اکاؤنٹ کھلوا کر تیس لاکھ روپے اس کا حق مہر جمع کرواتا ہے۔ وہ امامہ کو لے کر اسلام آباد جاتا ہے اور ایئرپورٹ پر اسے بتاتا ہے کہ سکندر عثمان نے منع کیا تھا۔ امامہ کو شدید غصہ آتا ہے۔ گھر پہنچنے پر سکندر عثمان اس سے شدید غصہ کرتے ہیں۔

سکندر عثمان سالار کی اسلام آباد آمد پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ امامہ کو اس گھر میں آکر شدید ڈپریشن ہوتا ہے۔ وہ نو سال بعد سالار کے گھر سے اپنے گھر کو دیکھتی ہے۔ دو دن رہ کر وہ واپس آجاتے ہیں۔ امامہ کہتی ہے کہ وہ اسلام آباد میں رہنا چاہتی ہے۔ سالار کی جانب یہاں ہے تو وہ مہینہ میں ایک دفعہ آجایا کرے۔ اس کی اس بات سے سالار کو دکھ ہوتا ہے' پھر جب وہ کہتا ہے کہ اسے امریکہ چلے جانا ہے تو امامہ کہتی ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے۔ یہ تجویز سالار کے لیے شاکنگ ہوتی ہے۔ وہ امامہ سے اس کی توقع نہیں کرتا تھا۔

سالار' امامہ کو کراچی لے کر جاتا ہے تو وہ انیتا کے گھر جاتی ہے۔ وہ سالار سے کہتی ہے کہ وہ بھی ایسا شان دار گھر چاہتی ہے جس میں سبزیوں کا فارم' فش فارم ہو اور وہ کم از کم ایک ایکٹر کا ہونا چاہیے۔ سالار حیران رہ گیا تھا۔ عید کے موقع پر اس کو میکے کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ سالار کے ساتھ ایک پارٹی میں شراب کی موجودگی پر اس کے دل میں سالار کے لیے بدگمانی آجاتی ہے۔ جس کو سالار دور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اب ان چیزوں سے بہت دور جا چکا ہے۔ سالار بینک میں کام کرتا ہے۔ امامہ اس سے سود کے مسئلہ پر بحث کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے سود حرام ہے۔

امامہ سالار کا خیال رکھتی ہے۔ اس کی سالار کے دل میں قدر تھی' لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتا۔ سالار البتہ جلال کے لیے اس کے دل میں جو نرم گوشہ ہے اس سے بری طرح ہرٹ ہوتا ہے۔

سالار اپنا پلاٹ بیچ کر تقریباً "ڈیڑھ کروڑ کی انگوٹھی خرید کر دیتا ہے۔ سکندر' عثمان کو جب یہ بات پتا چلتی ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں' پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ "کہاں سے لی تھی یہ رنگ؟"

میں غارت گر (حصہ دوم)

چھٹی قسط

"کہاں سے لی تھی رنگ؟" بالآخر انہوں نے لمبی خاموشی کو توڑا۔

"Tiffany سے۔" انہیں ایسے ہی کسی نام کی توقع تھی۔

"ڈیزائن کرایا ہوگا؟" اس مالیت کی انگوٹھی نادر ہی ہو سکتی تھی۔

"جی' Jewellery statement۔"

اس نے Tiffany کی سب سے مہنگی رینج میں آنے والی جیولری کی کولیکشن کا نام لیا' وہ زندگی میں ہمیشہ قیمتی چیزیں خریدنے اور استعمال کرنے کا عادی تھا۔ سکندر یہ جانتے تھے' لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں اس کی اس عادت پر اعتراض ہوا تھا۔

"تو کوئی اس سے زیادہ مہنگی رنگ نہیں تھی؟ ابھی دوسرا پلاٹ پڑا تھا' چار ہیرے اور لگوا دیتے اس میں۔"

سکندر نے ٹیبل پر پڑے سگار کیس سے ایک سگار نکالتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے اس سے کہا تھا۔ سالار کے دائیں گال میں ڈمپل پڑا۔ اس نے یقیناً "اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ سکندر کا خیال تھا' یہ مسکراہٹ شرمندگی کی تھی۔ ان کے پاؤں تلے سے یقیناً "زمین کھسک جاتی اگر انہیں یہ پتا چلتا کہ اس نے پہلے دونوں پلاٹس بیچ کر اسے ایک نیکلس دینے کا سوچا تھا' لیکن پھر یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ اسے ایک انگوٹھی دینے کا خیال آیا جو امامہ مستقل طور پر پہن سکتی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سگار سلگائے، ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے وہ اب بھی اسی پر نظریں جمائے ہوئے تھے اور خود پر مسلسل جمی ان کی نظروں نے سالار کو گڑبڑانا شروع کر دیا تھا۔

"میں کتابوں میں جب رانجھا، فرہاد، رومیو، مجنوں وغیرہ کے بارے میں پڑھتا تھا تو میں سوچتا تھا کہ یہ ساری لفاظی ہے، کوئی مرد اتنا الو کا پٹھا نہیں ہو سکتا، لیکن تم نے یہ ثابت کیا ہے مجھ پر کہ ہو سکتا ہے۔ کسی بھی زمانے میں کوئی بھی مرد کسی بھی عورت کے لیے عقل سے پیدل ہو سکتا ہے۔" سالار نے اس بے عزتی کو سر جھکائے شہد کے گھونٹ کی طرح پیا۔ اس کی اتنی بے عزتی کرنا تو سکندر کا حق تھا۔

"لیکن ان میں سے کسی کے باپ نے انہیں Yale میں پڑھانے کے بعد یہ سب کچھ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، اور ان میں سے ہر ایک محبوبہ کے لیے پاگل تھا۔ بیوی کے لیے تو صرف ایک شاہ جہاں نے پیسے لٹائے تھے، وہ بھی اس کے مرنے کے بعد۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟" سکندر نے جیسے اسے شرم دلائی تھی۔

"میں نے دراصل امامہ کو ابھی تک شادی کا کوئی گفٹ نہیں دیا تھا۔" اس کے لہجے میں بلا کا اطمینان تھا۔

سکندر زندگی میں پہلی بار اس کی ڈھٹائی سے متاثر ہوئے تھے۔ انسان اگر ڈھیٹ ہو تو پھر اتنا ڈھیٹ ہو۔

"تو اپنے پیسوں سے اسے گفٹ دیتے۔" انہوں نے طنزیہ کہا تھا۔

"وہ بھی دے دیے ہیں اسے۔" اس نے طنز کا جواب سنجیدگی سے دے کر انہیں حیران کر دیا۔

وہ اس "بادشاہ" کی شکل دیکھ کر رہ گئے جو اپنی بیوی پر اپنی سلطنت لٹانے پر تلا ہوا تھا۔

اپنا سگار ایش ٹرے میں رکھتے ہوئے وہ ٹیبل پر کچھ آگے جھکے اور انہوں نے جیسے ایک ہمراز کی طرح اس سے کہا۔ "سالار! ایسا بھی کیا ہے امامہ میں کہ تم عقل سے پیدل ہو گئے ہو؟"

یہ طنز نہیں تھا، وہ واقعی جاننا چاہتے تھے۔

سالار نے چند لمحوں کے لیے سوچا پھر بے حد سادہ لہجے میں کہا۔

"بس، وہ اچھی لگتی ہے مجھے۔"

وہ اس وقت سکندر کو تیس سال کا مرد نہیں بلکہ تین سال کا ایک معصوم سا بچہ لگا تھا۔ جس کے لیے دنیا کی مہنگی ترین چیز کے حصول کی خواہش کی وجہ صرف اس کا "اچھا" لگنا تھا۔ اس اچھے لگنے میں سوپر لیٹو، کمپیریٹو، پازیٹو کوئی ڈگری نہیں ہوتی۔

ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ سیدھے ہو گئے۔ "اسے پتا ہے رنگ کی پرائس کا؟"

"نہیں۔"

سکندر کچھ اور حیران ہوئے۔ تو یہاں اپنی محبوبہ کو متاثر اور مرعوب کرنے کا کوئی جذبہ بھی کارفرما نہیں تھا۔

"آپ بھی ممی یا کسی دوسرے سے بات نہ کریں۔ میں نہیں چاہتا امامہ کو پتا چلے۔"

وہ اب ان سے کہہ رہا تھا۔ سکندر جواب دینے کے بجائے دوبارہ سگار کا کش لینے لگے۔

"باقی تیرہ لاکھ کا کیا کیا؟"

وہ اب کچھ اور "کارناموں" کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔

"سات لاکھ تو امامہ کو حق مہر کا دیا... وہ ڈیو تھا۔" اس نے انہیں حق مہر کی اصل رقم بتائے بغیر کہا۔

"اور باقی چھ لاکھ میں نے کچھ خیراتی اداروں میں دے دیا، کیونکہ امامہ کی رنگ پر اتنے پیسے خرچ کیے تھے تو میں نے سوچا کچھ خیرات بھی کرنا چاہیے۔"

سکندر عثمان کا غصہ دھویں کے مرغولوں میں تحلیل ہو رہا تھا، غصے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ اسے فیاضی کہتے،

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے وقوفی کہتے یا فضول خرچی، لیکن سامنے بیٹھی ہوئی اپنی اس اولاد کے لیے ان کے دل میں نرم گوشہ ذرا کچھ اور وسیع ہوا تھا۔ وہ اس کے کوڈ آف لائف کو نہ کبھی سمجھے تھے، نہ کبھی بدل سکے تھے، لیکن اختلاف رکھنے کے باوجود، کہیں نہ کہیں وہ احترام کا ایک احساس بھی رکھتے تھے اس کے لیے۔

سالار نے باپ کے ہونٹوں پر ایک مشفقانہ، لیکن بے حد معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوتے دیکھی۔

"اور حق مہر صرف سات لاکھ تو نہیں ہوگا..... ہے نا سالار؟ تو وہ کتنے ملین دیا گیا ہے؟"

انہوں نے بے حد پچکارتی ہوئی آواز میں اس سے کہا۔

سالار بے اختیار ہنسا۔ سکندر عثمان اس کے سیدھے جملوں میں چھپے پھندوں کو ڈھونڈنے میں ماہر تھے۔

"جانے دیں پاپا۔" اس نے ٹالا تھا۔

"یعنی millions میں ہے؟" ان کا اندازہ ٹھیک تھا۔

"اب میں جاؤں؟" سالار نے جواب دینے کے بجائے پوچھا۔ سکندر نے سر ہلا دیا۔

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر ان کی طرف آیا اور اس نے جھکتے ہوئے کرسی پر بیٹھے سکندر کو ساتھ لگایا پھر وہ سیدھا ہو گیا۔

"سالار، جو دوسرا پلاٹ ہے اس کے پیپرز مجھے لاہور پہنچ کر بھجوا دینا۔"

سکندر نے بڑے معمول کے لہجے میں اسے جاتے دیکھ کر اس سے کہا تھا۔

"پاپا! ٹرسٹ می۔" سالار نے کہا۔

"ٹرسٹ ایبل۔"

"اوکے۔" وہ ہنس پڑا تھا۔

وہ سگار پیتے ہوئے اس کے جانے کے بعد بھی اسی کے بارے میں سوچتے رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

"Oh Tiffany Statement." وہ اس رات کسی ڈنر پر تھے جب اس کی رنگ مسز زیویئرز نے نوٹس کی تھی۔

وہ بزنس کلاس کا ایک بڑا نام تھیں اور خود اپنے لباس اور جیولری کے لیے بھی بے حد شہرت رکھتی تھیں۔ ان کا کسی چیز کو نوٹس کرنا خاص اہمیت رکھتا تھا۔

"مائی ویڈنگ رنگ۔" امامہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اس رنگ کو بے حد مرعوب انداز میں دیکھ رہی تھیں اور ان کا یہ انداز اس ٹیبل پر بیٹھی تمام خواتین میں اس رنگ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا کر رہا تھا۔

The most beautiful and expensive picec
of jewellary under this roof to night

(آج رات اس چھت کے نیچے یہ سب سے خوب صورت اور سب سے مہنگی جیولری ہے) مسز زیویئرز نے جیسے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

Lucky woman your husband's taste is class a part

(لکی وومن! تمہارے شوہر کا ذوق بہت اعلا ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

امامہ ان ستائشی جملوں پر قدرے فخریہ انداز میں مسکرائی۔ وہ رِنگ جب سے اس کے ہاتھ کی زینت بنی تھی اسی طرح نوٹس ہو رہی ہے۔

"کیا قیمت ہوگی؟" بائیں جانب بیٹھی مسز زبیر نے بھی اس کی رنگ کو ستائشی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں پتا... شاید چار یا پانچ لاکھ۔" امامہ نے گلاس اٹھا کر پانی کا گھونٹ لیتے ہوئے اندازہ لگایا۔

ایک لمحہ کے لیے اس نے ٹیبل پر چھا جانے والی خاموشی کو محسوس کیا پھر خود پر جمی نظروں کو۔

"ڈالرز یا پاؤنڈز؟"

اس نے بے حد حیرانی سے مسز زبیر کی شکل دیکھی، پھر ہنس پڑی۔ اس نے اسے مذاق سمجھا تھا۔

"میرا شوہر اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

مسز زبیر نے دوبارہ یہ سوال نہیں کیا۔ وہ سمجھی تھیں، امامہ قیمت بتانا نہیں چاہتی۔

"سالار! اس رنگ کی کیا قیمت ہے؟" اس رات بیڈ پر بیٹھے ناول پڑھتے، امامہ کو یک دم مسز زبیر کا سوال یاد آیا۔ اپنا ہاتھ سالار کے سامنے پھیلاتے ہوئے اس نے کہا۔

"کیوں؟" وہ بھی کوئی کتاب پڑھتے ہوئے چونکا تھا۔

"مسز زبیر نے اور سب لوگوں نے بھی بہت تعریف کی۔" اس نے بے حد فخریہ انداز میں کہا۔

"دیٹس گڈ۔" وہ مسکرا کر دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مسز زبیر نے قیمت پوچھی تھی میں نے کہا چار یا پانچ لاکھ ہوگی۔ انہوں نے پوچھا ڈالرز یا پاؤنڈز۔ میں نے کہا میرا شوہر اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا۔" وہ بے اختیار کتاب پر نظریں جمائے ہنس پڑا۔

"کیا ہوا؟" وہ چونکی۔

"کچھ نہیں... کچھ پڑھ رہا تھا۔" سالار نے بے ساختہ کہا۔

"تو کیا قیمت ہے اس کی؟" امامہ نے دوبارہ پوچھا۔

"یہ انمول ہے۔" سالار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"کوئی بھی چیز جو تمہارے ہاتھ میں ہو انمول ہے۔"

"پھر بھی..." اس نے اصرار کیا۔

"Two hundred and fifty six." سالار نے ڈالرز ساتھ نہیں لگایا۔

"اوہ اچھا، میں زیادہ، ایکس پینسیو (مہنگی) سمجھ رہی تھی۔" وہ کچھ مطمئن ہو گئی اور دوبارہ ناول دیکھنے لگی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اسے فریب دینا، بہلانا، بے حد آسان تھا اور یہ آسانی بعض دفعہ اسے بڑی مشکل میں ڈال دیتی تھی۔ امامہ نے چند لمحے بعد اس کی نظروں کو اپنے چہرے پر محسوس کیا۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، وہ کتاب گود میں الٹائے، اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ مسکرا دی۔ وہ ان نظروں کی عادی تھی۔ وہ بعض دفعہ اسے اسی طرح بے مقصد دیکھتا رہتا تھا۔

"تمہیں کچھ بتانا چاہتا تھا۔"

"کیا؟"

"You are the best thing ever happened to me"

وہ ایک لمحہ کے لیے حیران ہوئی پھر ہنس پڑی۔ اس کمپلینٹ دینے کی اس وقت کیا وجہ تھی، وہ سمجھ نہیں پائی۔

"آئی لو یو۔" وہ پھر ہنس پڑی۔ وہ اس بار بلش ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تھینک یو۔" جواب وہی تھا' جو ہمیشہ آتا تھا۔ اس بار وہ ہنس پڑا۔

☼ ☼ ☼

"امامہ..." وہ گاڑی کے دروازے کو بند کرتی' کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔

وہ جلال تھا' پارکنگ میں اس کے برابر والی گاڑی سے اسے نکلتے ہوئے دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ!... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج تم سے یہاں ملاقات ہوگی۔"

"ہاؤ آر یو۔" وہ بے حد ایکسائیٹڈ انداز میں اس کی طرف آیا تھا۔

وہ بت بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ بعض چیزیں بلاؤں کی طرح انسان کے تعاقب میں رہتی ہیں۔ جہاں بھی ملتی ہیں' انسان کا خون خشک کر دیتی ہیں۔ گاڑی کی چابی مٹھی میں دبائے' وہ بھی زرد چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا وہ اب بھی اس کا خون نچوڑ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

"اگر نہیں ملے تو سالوں نہیں ملے اور اب ایک ہی سال میں دوبارہ ملاقات ہو رہی ہے۔"

وہ اس کی اڑی ہوئی رنگت پر غور کیے بغیر' بے تکلف دوستوں کی طرح کہہ رہا تھا۔

امامہ نے بالآخر مسکرانے کی کوشش کی۔ یہ ضروری تھا... بے حد ضروری تھا... جلال انصر سے زیادہ خود اس کے لیے... اسے نہ وہ "پرانا دوست" سمجھ سکتی تھی' نہ بے تکلف ہو سکتی تھی۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اسے صرف ایک ہی رشتے اور تعلق کا خیال آیا... ایک ہی خیال آسکتا تھا اسے۔

"میں ٹھیک ہوں... آپ کیسے ہیں؟"

اس نے مسکرانے کی کوشش کی' نظریں تو وہ اب بھی اس سے نہیں ملا سکتی تھی۔ وہ ویسا ہی تھا' جیسا اس نے اس کے کلینک پر آخری ملاقات میں دیکھا تھا۔ وزن پہلے سے کچھ بڑھ گیا تھا اور ہیئر لائن کچھ اور پیچھے چلی گئی تھی' لیکن اپنی زندگی میں وہ اس کا جو امیج لیے بیٹھی تھی' اس کو ان دونوں چیزوں سے فرق نہیں پڑ سکتا تھا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں... میں نے چند ماہ پہلے شادی کر لی ہے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آیا' اس نے اسے یہ خبر دینا کیوں ضروری سمجھا' کیا اس کا اس سے کوئی تعلق تھا؟ یا وہ اسے اس انفارمل چیٹ سے پہلے ہی بتا دینا چاہتا تھا کہ وہ "available" نہیں ہے۔ اس آخری ملاقات میں جو کچھ وہ اس سے کہہ چکا تھا اس کے بعد وہ دستیاب —— ہوتا بھی تو کم از کم اتنی عزت نفس تو وہ رکھتی تھی یا وہ اسے "ضرورت مند" سمجھ رہا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا تو کیا غلط کر رہا تھا۔ میری ہی غلطی تھی اگر یوں

شائع ہو گئے ہیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھیک لینے اس کے پاس نہ گئی ہوتی تو کم از کم اس کے سامنے سر تو اونچا رکھ سکتی تھی۔ وہ خود کو ملامت کرنے لگی تھی۔ اور اس کی خاموشی نے جلال کو کچھ اور محتاط کیا۔

"بہت اچھی ہے میری بیوی' وہ بھی ڈاکٹر ہے۔ برٹش نیشنل ہے' اسپیشلائزیشن بھی اس نے وہیں سے کی ہے۔ امیزنگ وومین۔" اس نے چار جملوں میں اس پر اپنی بیوی کی حیثیت واضح کردی تھی۔

ایک لمحے کے لیے وہ بھول گئی تھی کہ وہ بھی کسی کی بیوی ہے۔ اپنے پیروں کے نیچے زمین لیے کھڑی تھی۔ اس کے منہ سے کسی دوسری عورت کے لیے "میری بیوی" کے الفاظ نے چند لمحوں کے لیے اسے اسی طرح ادھیڑا تھا۔

"مبارک ہو۔" اس نے بالآخر وہ لفظ کہے' جو اسے کہنے چاہیے تھے۔

"تھینکس' میں تم کو ضرور بلاتا اگر میرے پاس تمہارا کانٹیکٹ نمبر ہوتا۔ پہلی بار تو نہیں بلا سکا تھا' لیکن دوسری بار تو بلا سکتا تھا۔" جلال نے بات کرتے کرتے جیسے مذاق کیا تھا۔ وہ مسکرا نہیں سکی۔ وہ کبھی اس کے اس مذاق پر مسکرا نہیں سکتی تھی۔

"تم نے تو اس کے بعد کوئی رابطہ ہی نہیں کیا۔ کوئی فون' کوئی وزٹ' کچھ نہیں۔۔۔ میں تو انتظار ہی کرتا رہا۔" وہ اب اس کا جائزہ لے رہا تھا اور اسے اس میں ہونے والی تبدیلیوں کا بھی احساس ہوا تھا۔

یہ امامہ سات آٹھ ماہ پہلے والی امامہ سے بے حد مختلف تھی۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح ایک چادر میں ملبوس تھی' لیکن اس کی چادر اور لباس بے حد نفیس اور مہنگے تھے باوجود اس کے کہ وہ Casual Dress میں تھی۔ اس کے ہاتھوں اور کانوں میں پہنی ہوئی جیولری نے جلال کو ایک لمحہ کے لیے چونکایا تھا۔ اس کی ویڈنگ فنگر میں ایک رنگ تھی' لیکن یہ وہ وہم تھا جس کی وہ تصدیق نہیں چاہتا تھا۔ کیوں۔؟ پتا نہیں کیوں' یہ وہ چہرہ نہیں تھا' جسے اس نے اپنے کلینک پر دیکھا تھا۔ میک اپ سے عاری چہرے کے ساتھ وہ امامہ اسے ڈری' سہمی' کنفیوزڈ اور بہت بجھی ہوئی لگی تھی۔ سامنے کھڑی امامہ کے چہرے پر بھی میک اپ نہیں تھا اور اس کے بال بھی بے حد عام انداز میں ڈھیلے جوڑے کی شکل میں لپٹے ہوئے اس کی گردن کی پشت پر نظر آرہے تھے۔ یوں جیسے وہ اتفاقاً" کسی کام سے گھر سے نکلی ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ اس کی باڈی لینگویج دس بارہ سال پہلے کی امامہ کی طرح تھی' وہ امامہ جس سے پہلی بار مل کر وہ اٹریکٹ ہوا تھا۔ کیئر لیس' بے نیاز' لیکن بے حد پُراعتماد اور پرسکون۔ ایک نظر میں ہی جلال کو احساس ہوگیا تھا کہ امامہ ہاشم بہت بدل چکی ہے' کیسے اور کیوں؟ اسے تھوڑی سی بے چینی ہوئی۔

اس کے عقب میں کھڑی اس قیمتی گاڑی کو بظاہر سرسری دیکھتے ہوئے' جلال نے اس سے پوچھا۔

"تم اب بھی اسی فارماسیوٹیکل کمپنی میں کام کرتی ہو؟" اس کا جی چاہا تھا کہ کاش اس میں آنے والی ساری تبدیلیاں کسی بونس' کسی ہینڈسم پے پیکیج کی مرہون منت ہوں۔ کمینی خواہش تھی' لیکن جلال انصر کی اس وقت یہی خواہش تھی۔ مرد کو اپنی متروکہ عورت کو Movedon دیکھ کر ہتک کا احساس ہوتا ہے اور وہ اس احساس سے بچنا چاہتا تھا۔

"نہیں' میں نے جاب چھوڑ دی تھی۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"اوہ! اچھا۔" وہ بڑبڑایا۔

"تو تم کچھ نہیں کر رہیں آج کل؟"

امامہ چند لمحے خاموش رہی۔ اگلا جملہ کہنا مشکل تھا' مگر بے حد ضروری تھا۔

"میری شادی ہوگئی ہے۔" وہ اب بھی یہ نہیں کہہ سکی کہ میں نے شادی کرلی۔ جلال کے چہرے سے ایک لمحہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے لیے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"اوہ! اچھا کانگریچولیشنز۔" وہ بروقت سنبھلا تھا۔ امامہ نے اس کی آواز کی لڑکھڑاہٹ نوٹس نہیں کی۔

"تم نے بتایا ہی نہیں۔ نہ انوائٹ کیا۔ کیا کرتا ہے وہ؟"

"آپ جانتے ہیں اسے۔ سالار سکندر۔" اس نے گلا صاف کر کے کہا۔

"اوہ۔" ایک لمحے کے لیے جلال کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا۔

"وہ بینکر ہے' میں جانتا ہوں۔" جلال اس کی بات کاٹ کر اسے سالار کا بینک اور اس کی ڈیز گنیشن بتانے لگا۔

"آپ کو کیسے پتا ہے؟" وہ حیران ہوئی۔

"آدھے شہر کو تمہارے شوہر کے بارے میں پتا ہو گا۔ بزنس کمیونٹی سے میرا کافی ملنا جلنا ہے' تو اس کے بارے میں پتا چلتا رہتا ہے۔ دو چار بار گیدرنگز میں دیکھا بھی ہے میں نے' لیکن ملاقات نہیں ہوئی۔" وہ اب نارمل ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

"آؤ لنچ کرتے ہیں۔ گپ شپ لگائیں گے' اتنے عرصے بعد ملے ہیں۔ بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" اس نے بے تکلفی اور گرم جوشی سے کہا۔

وہ شہر کے مصروف اور مہنگے ترین ڈاکٹرز میں سے ایک تھا۔ پرانی محبوبہ کے لیے وقت نکالنا مشکل ہوتا' لیکن شہر کے سب سے زیادہ بااثر بینکر کی بیوی کے لیے وقت نکالنا مشکل نہیں تھا۔ امامہ ہاشم ایک دم اس کی سوشل نیٹ ورکنگ کے ایک مضبوط ترین امیدوار کے طور پر سامنے آگئی تھی۔

"نہیں' میں گروسری کے لیے آئی ہوں۔ ڈنر کے لیے کچھ چیزیں چاہیے تھیں مجھے۔"

امامہ نے اسے ٹالنا چاہا' اسے یقین تھا وہ اصرار نہیں کرے گا۔ جلال کے بارے میں اس کے اندازے آج بھی غلط تھے۔

"یار! گروسری بھی ہو جائے گی میں خود کروا دوں گا لیکن لنچ کے بعد۔ وہ سامنے ریسٹورنٹ ہے ایک گھنٹے میں فارغ ہو جائیں گے ہم۔" جلال نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی۔

"میں۔" اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن جلال کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ بادل نخواستہ اس کے ساتھ ریسٹورنٹ میں چلی آئی۔

"تو کیسی گزر رہی ہے تمہاری لائف اپنے شوہر کے ساتھ؟" مینیو آرڈر کرتے ہی جلال نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ اس سے پوچھا۔ امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا' وہ صرف سوال نہیں تھا' جلال جیسے یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے یا نہیں۔

"بہت اچھی گزر رہی ہے' میں بہت خوش ہوں سالار کے ساتھ۔"

اسے حیرت ہوئی اس سوال کا جواب دینا کتنا آسان کر دیا تھا سالار نے۔ کچھ کھوجنا' ٹٹولنا یا چھپانا نہیں پڑا تھا۔ وہ اس کے ساتھ "خوش" تھی۔

"گڈ' ارینج میرج تو نہیں ہو گی۔؟ سالار اور تم نے اپنی مرضی سے کی ہو گی۔" اس نے جلال کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔ وہ اس سوال سے کیا جاننا چاہتا تھا؟

"ہاں! سالار نے اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی ہے۔ اس نے اپنی فیملی سے پوچھا نہیں تھا بلکہ بتایا تھا۔ سالار کا خیال تھا کہ مرد کو شادی کرتے وقت اپنی مرضی دیکھنی چاہیے' فیملی کی نہیں۔"

جلال کے چہرے کا رنگ بدلا تھا اور خود وہ بھی چند لمحے تک کوئی اگلا جملہ نہیں بول سکی۔ اس نے وہ آخری بات کس حوالے سے اور آخر کیوں کہی تھی' اس کی وجہ اس وقت وہ خود بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔ وہ نہ اسے کوئی طعنہ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

دینے آئی تھی، نہ گلہ کرنے، پھر ایسی بات؟

"بہت زیادہ انڈیپینڈنٹ سوچ رکھتا ہے وہ۔" اس نے چند لمحوں بعد جلال کو جیسے کچھ تاویل دینے کی کوشش کی۔ تاویل پچھلے جملے سے بھی زیادہ چبھی تھی۔

"ظاہر ہے، سالانہ لاکھوں کمانے والے شوہر کی تعریف بیوی پر فرض ہوتی ہے۔"

اس بار اس کا ہنس کر کہا ہوا جملہ امامہ کو چبھا تھا۔

"لاکھوں کا تو مجھے نہیں پتا لیکن اچھے شوہر کی تعریف بیوی پر فرض ہوتی ہے۔"

جلال نے اس کے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔ "تو پتا رکھا کرو نا اس کے لاکھوں کا۔ کیسی بیوی ہو تم۔؟ ڈیڑھ دو کروڑ تو بنا ہی لیتا ہو گا سال میں۔ بہت بڑے بڑے mergers کروا رہا ہے تمہارا شوہر، تمہیں بتاتا نہیں؟"

"نہیں، ہم اور چیزوں کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ "ضروری" چیزوں کے بارے میں۔"

اس کا لہجہ بے حد سادہ تھا لیکن جلال کے پیٹ میں گرہیں پڑی تھیں۔ اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔ بعض دفعہ ہنسی کی شدید ضرورت پڑ جاتی ہے۔

"چالاک مردوں کو ایسی ہی بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم لوگوں کی رہائش کہاں ہے؟"

اس نے جوتا مارا، پھر معصومیت سے سوال کیا۔

امامہ نے اس کے تبصرے پر کچھ کہنے کے بجائے اسے اپنا ایڈریس بتایا۔ وہ اس کے ساتھ سالار کو مزید ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اوہ! اپارٹمنٹ۔ وہ بھی رینٹیڈ۔ کوئی گھر ور لینا چاہیے تھا تم لوگوں کو۔ اگر تم لوگ انٹرسٹڈ ہو تو میرے دو تین گھر ہیں اچھے پوش ایریاز میں۔ تم لوگ رینٹ کر لو۔" جلال نے فیاضانہ آفر کی۔

"نہیں، نہیں، ضرورت نہیں ہے۔ ہم کم فرنیبل ہیں وہاں۔" امامہ نے کہا۔

وہ اب اسے اپنے گھر کی تفصیلات بتانے لگا۔ اس کا رقبہ، اس کا نقشہ اور دنیا جہاں کا وہ سامان جو اس نے اپنے گھر کے اندر اکٹھا کیا تھا۔

"تم سالار کے ساتھ آؤ نا کسی دن کھانے پر۔" بات کرتے کرتے اس نے یوں کہا کہ جیسے وہ واقعی صرف "دوست" ہی تھے، اور دوست ہی "رہے" تھے۔ وہ بول نہیں سکی، اگر وہ بے حس تھا تو بہت ہی زیادہ تھا، اگر ظالم تھا تو انتہا کا تھا۔

"اوہ، جلال صاحب۔ دیکھیں! کہاں ملاقات ہو رہی ہے۔"

وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا جو ریسٹورنٹ کے اندر اپنی بیوی کے ساتھ ان کی ٹیبل کے پاس سے گزرتے ہوئے جلال سے ملنے لگا۔ امامہ چونک کر اس آدمی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ بھابھی ہیں؟" وہ آدمی اب جلال سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں، یہ میری ایک پرانی دوست ہیں۔" جلال نے فوراً سے بیشتر کہا۔

امامہ نے اس آدمی کی آنکھوں میں عزت کا ایک تاثر آتے اور پھر جلال کے تعارف پر اسے غائب ہوتے دیکھا۔ ایک رسمی پہلو کے بعد وہ آدمی دوبارہ جلال سے گفتگو میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اور اس کی بیوی نے امامہ کی طرف دوسری نظر بھی نہیں ڈالی تھی، وہ بے چین ہوئی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ جلال کے اس ادھورے تعارف سے کیا سمجھے ہوں گے۔ جلال کی کوئی گرل فرینڈ۔ کوئی ٹائم پاس۔ کوئی ڈیٹ۔ یا پھر اس کے اسپتال میں کام کرنے والی کوئی ڈاکٹر یا نرس جسے جلال وقت گزاری کے لیے لنچ پر وہاں لے آیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جلال! میں اب چلتی ہوں۔ بہت دیر ہو رہی ہے۔"

اسے پتا نہیں اچانک کیا ہوا تھا' وہ اپنا بیگ اٹھا کر یک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ جلال کے ساتھ وہ کپل بھی چونکا۔

"نہیں' کھانا آنے والا ہے' کھا کر نکلتے ہیں۔" جلال نے کہا۔

"نہیں' مجھے گروسری کر کے پھر کوکنگ بھی کرنی ہے اور میرے شوہر کو تو گھر آتے ہی کھانا تیار ملنا چاہیے۔ آج ویسے بھی اس نے کچھ خاص ڈشز کہی ہیں۔"

مسٹر اور مسز فاروق نے اس بار مسکرا کر اسے دیکھا تھا' وہ بھی جواباً" مسکرائی تھی۔ اس نے "شوہر" کا لفظ کیوں استعمال کیا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی۔ شاید اس کپل کی آنکھوں میں عزت کی اس نظر کو دوبارہ دیکھنے کے لیے' جو چند لمحے پہلے جلال کی بیوی سمجھنے پر ان کی آنکھوں میں جھلکی تھی۔ اس کا انداز اتنا حتمی تھا کہ جلال اس بار اس سے اصرار نہیں کر سکا۔

"اچھا' سالار کا کوئی وزیٹنگ کارڈ اور اپنا کانٹیکٹ نمبر تو دے دو۔" اس نے امامہ سے کہا۔ اس کے بیگ میں سالار کے چند کارڈز تھے' اس نے ایک کارڈ نکال کر جلال کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اپنا فون نمبر بھی لکھ دو۔"

وہ ایک لمحہ کے لیے ہچکچائی پھر اس نے اسی کارڈ کی پشت پر اپنا سیل فون نمبر لکھ دیا۔

جلال کے پاس کھڑا آدمی تب تک اس کارڈ پر نام پڑھ چکا تھا۔

"اوہ! آپ سالار سکندر کی بیوی ہیں؟" وہ اس کے سوال پر بری طرح چونکی۔

"فاروق صاحب بھی بینکر ہیں' سالار کو جانتے ہوں گے۔" جلال نے فوراً" سے پیشتر کہا۔

"بہت اچھی طرح سے۔" اس آدمی کا انداز اب مکمل طور پر بدل چکا تھا۔ وہ ایک مقامی انوسٹمنٹ بینک کے ایگزیکٹیوز میں سے تھا۔ اس نے امامہ کو اپنی بیوی سے متعارف کروایا۔

"آپ کے شوہر بہت برلیانٹ بینکر ہیں۔"

وہ مسز فاروق سے ابھی ہاتھ ملا رہی تھی' جب فاروق نے سالار کے لیے ستائشی کلمات ادا کیے۔

"ہمیں انوائٹ کیا تھا' اس نے کچھ ماہ پہلے ویڈنگ ریسپشن پر' لیکن ہم امریکہ میں تھے۔" مسز فاروق اب بڑی گرم جوشی سے کہہ رہی تھیں اور امامہ کی جان پر بن آئی تھی۔ وہ اندازہ نہیں کر پائی تھی کہ وہ سالار کے کتنے قریب تھے یا صرف سوشل سرکل کا حصہ تھے۔

جو کچھ بھی تھا' وہاں جلال کے پاس بیٹھ کر اپنے شوہر کے کسی شناسا سے ملنا' اس کی زندگی کے سب سے ایمبیرسنگ لمحات میں سے ایک تھا۔

"بہت کلوز فرینڈ شپ ہے امامہ اور سالار کے ساتھ میری' بلکہ فیملی ٹائیز ہیں۔ بس درمیان میں کچھ عرصہ آؤٹ آف ٹچ رہے ہیں ہم۔ دس بارہ سال تو ہو گئے ہوں گے ہماری فرینڈ شپ کو' امامہ؟" اس کی سمجھ میں نہیں آیا' وہ کیا کہہ رہا تھا۔ اس نے کچھ حیرانی سے جلال کو دیکھا۔

"ویری نائس۔ آپ سالار کے ساتھ آئیں کسی دن ہماری طرف۔" فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شیور۔ بس' سالار کچھ مصروف ہے آج کل۔" امامہ نے قدرے گڑبڑا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ چند رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد وہ انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے وہاں سے نکل آئی تھی' لیکن وہ بے حد اپ سیٹ تھی۔ وقت ایک بار پھر گیارہ سال پیچھے چلا گیا تھا' اسی میڈیکل کالج میں۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا پھر کئی سال کے بعد جلال کے ساتھ ہونے والی پہلی ملاقات اور پھر آج اس کا سامنا۔

وہ ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کیا خریدنے آئی تھی' بھول گئی تھی۔ وہ ٹرالی لیے ایک شیلف سے دوسرے شیلف کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھتے گزرتی رہی، پھر خالی ٹرالی پر نظر پڑنے پر اس نے ہڑبڑاہٹ میں سوچا کہ وہ کیا خریدنے آئی تھی، لیکن ذہن کی اسکرین پر کچھ بھی نمودار نہیں ہوا تھا، اس نے بے مقصد چند چیزیں اٹھائیں اور پھر باہر آگئی۔ جلال کی گاڑی اب وہاں نہیں تھی۔ اس کی گاڑی کے برابر والی جگہ خالی تھی۔ معلوم نہیں اسے کیوں یہ توقع تھی کہ وہ ریسٹورنٹ سے باہر آکر، اس کے لیے وہاں بیٹھا ہوگا۔ کم از کم اتنا انتظار تو کرتا کہ اسے خود رخصت کرتا۔ اسے خوش فہمی نہیں رہی تھی پھر بھی اسے اتنی کرٹسی کی تو اس سے توقع تھی۔

پارکنگ سے گاڑی نکالنے کے بعد اسے ایک دم احساس ہوا کہ وہ گھر نہیں جانا چاہتی، پھر اسے وہ ساری چیزیں یاد آنے لگیں، جنہیں وہ خریدنے کے لیے آئی تھی لیکن اب وہ دوبارہ کہیں گروسری کے لیے جانے کے موڈ میں نہیں تھی۔ بے مقصد دوپہر میں سڑک پر ڈرائیو کرتے ہوئے، اسے خود اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ اس کا خیال تھا اس نے کچھ غلط ٹرن لیے تھے اور وہ راستہ بھول گئی ہے۔ بہت دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ لاشعوری طور پر اس روڈ پر جا رہی تھی، جس طرف سالار کا آفس تھا۔ یہ بے حد احمقانہ حرکت تھی۔ وہ مال روڈ پر تھی اور اب ون وے کی وجہ سے واپس نہیں پلٹ سکتی تھی۔ جب تک وہ یوٹرن لیتی، تب تک وہ اس کے آفس کو کراس کر چکی ہوتی۔ ایک سگنل پر ایک لمبے چوڑے ٹریفک جام میں پھنسے، اسے وہ سڑک اور اپنی زندگی، ایک جتنا لمبے لگے تھے، وہ ڈیڑھ گھنٹے پہلے سالار کے ساتھ خوش تھی، لیکن اب وہ خوش نہیں تھی۔

اے سی کی کولنگ یک دم خراب ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے اے سی بند کر دیا، وہ کچھ دیر اپنی زندگی میں "گرمی" ہی چاہتی تھی۔ جلال انصر جیسے اس کے جسم کا وہ زخم تھا جو ہر بار ہاتھ لگنے سے رسنے لگتا تھا اور ہر بار ہی اس کا یہ وہم باطل ہو جاتا تھا کہ وہ "زخم" بھر گیا ہے۔

گاڑی بند ہو گئی اور سگنل کھل گیا تھا۔ بے تحاشہ ہارن کی آوازوں پر اس نے چونک کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ وہ ناکام رہی اور بری طرح نروس ہوئی۔ گاڑی کوشش کے باوجود اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ایکسپرٹ ڈرائیور نہیں تھی اور اپنے پیچھے گاڑیوں کی لمبی قطار کے ہارن کسی بھی ایکسپرٹ ڈرائیو کو اسی طرح بوکھلا دیتے۔ ایک ٹریفک وارڈن اس کے قریب آگیا۔

"گاڑی خراب ہو گئی ہے، اسٹارٹ نہیں ہو رہی۔" امامہ نے اس سے کہا۔

"پھر لفٹر سے اسے ہٹانا پڑے گا، ورنہ ٹریفک جام ہو جائے گا۔" اس نے اسے بتایا۔

سگنل تب تک دوبارہ بند ہو چکا تھا۔ وہ وائرلیس پر لفٹر کو بلانے لگا اور وہ بے حد ہڑبڑائے ہوئے انداز میں گاڑی کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگی، وہ ناکام رہی تھی۔ لفٹر آنے پر وہ گاڑی سے باہر نکل آئی۔ لفٹر میں بیٹھا آدمی اس کو قریبی پارکنگ میں پہنچانے کے بارے میں اسے بتاتے ہوئے کسی رکشہ یا ٹیکسی میں اسے وہاں تک جانے کا کہہ کر غائب ہو گیا۔ مال روڈ پر اس ٹریفک کے درمیان اسے کوئی رکشہ یا ٹیکسی نہیں مل سکتی تھی۔ ہاں، واحد کام جو وہ کر سکتی تھی، وہ سڑک کراس کر کے کچھ فاصلے پر سالار کے آفس تک جانا تھا۔ اسی خالی الذہنی کے عالم میں مال روڈ عبور کر کے اس نے سیل نکال کر سالار کو فون کرنا شروع کر دیا۔ سالار کا فون آف تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے اس کے آفس ہی جانا تھا۔ چند منٹ اور چلنے کے بعد اس کے جوتے کا اسٹریپ نکل گیا۔ آج برا دن نہیں تھا بلکہ بدترین دن تھا۔ پسینے سے شرابور ٹوٹے ہوئے جوتے کے ساتھ وہاں کھڑے اس نے ایک بار پھر کسی رکشہ یا ٹیکسی کو ڈھونڈا۔ وہ اس ٹوٹے ہوئے جوتے کے ساتھ اس کے آفس نہیں جانا چاہتی تھی، لیکن فی الحال اسے اس کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آیا تھا۔ اسے اپنی حالت پر رونا آنے لگا تھا لیکن اس رونے کا تعلق اس کی اس حالت سے زیادہ اس کی ذہنی کیفیت سے تھا۔ وہ اس وقت کچھ ایسی ہی دلبرداشتہ تھی۔

اس کے بینک کی اس شاندار عمارت کے سامنے جوتا گھسیٹتے، وہ ایک لمحہ کے لیے ہچکچائی لیکن پھر اس کے ذہن

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں آیا کہ وہ سیدھی اس کے آفس چلی جائے۔

گارڈز کو اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس نے ان کی آنکھوں میں اتنی حیرانی اور بے یقینی دیکھی تھی کہ اس کی عزت نفس میں کچھ اور کمی آئی تھی، لیکن مین ریسپشن میں داخل ہوتے ہی اس کی عزت نفس مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ شاندار انٹیریئر والا وسیع و عریض ماربلڈ ہال اس وقت سوٹڈ بوٹڈ کورپوریٹ کلائنٹس سے بھرا ہوا تھا۔ آفس کا یہ لے آؤٹ کبھی اس کے تصور میں آجاتا تو وہ وہاں کبھی نہ آتی لیکن اب وہ آچکی تھی۔ ٹوٹی ہوئی چپل فرش پر گھسیٹتے ہوئے اسے اپنا آپ واقعی معذور لگ رہا تھا۔ ریسپشن کاؤنٹر پر اس نے سالار سکندر سے اپنا رشتہ ظاہر کرنے کی حماقت نہیں کی تھی۔

"مجھے سالار سکندر سے ملنا ہے۔"

اس نے ریسپشنسٹ سے پوچھنے پر کہا۔ پہلے اگر پسینہ تپتی دھوپ کی وجہ سے آرہا تھا تو اب یہاں اس ماحول کی وجہ سے اسے ٹھنڈا پسینہ آرہا تھا۔

"کیا آپ نے اپائنٹمنٹ لیا ہے میڈم!"

ریسپشنسٹ نے بے حد پروفیشنل انداز میں مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس کا ذہن ایک لمحہ کے لیے بلینک ہو گیا۔

"اپائنٹمنٹ۔" وہ حیران ہوئی تھی۔ اس نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ میں پکڑے سیل پر ایک بار پھر اس کا نمبر ڈائل کیا۔ اس بار کال ریسیو نہیں ہوئی تھی لیکن بیل بجی تھی۔

"میں اس کی دوست ہوں۔" اس نے کال ختم کرتے ہوئے بے ربطی سے کہا۔

"ابھی وہ ایک میٹنگ میں ہیں، انہیں تھوڑی دیر میں انفارم کر دیتی ہوں۔ آپ کا نام؟" ریسپشنسٹ نے کہا۔

"امامہ۔" وہ اپنا نام بتا کر ہال میں پڑے صوفوں میں سے ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

اسے تقریباً" پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے آتے جاتے لوگوں کو دیکھتے اسے یہ لمحے بہت طویل لگے تھے۔

پندرہ منٹ بعد اس نے چند افراد کے ساتھ سالار کو بات چیت کرتے ریسپشن پہ نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ اس سے کافی فاصلے پر تھا اور ادھر ادھر نظر دوڑائے بغیر، وہ ان لوگوں کے ہمراہ ریسپشن کی اینٹرنس تک گیا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے امامہ کو خدشہ ہوا کہ وہ کہیں ان کے ساتھ باہر نہ نکل جائے، لیکن وہ دروازے سے کچھ پہلے ان لوگوں سے ہاتھ ملانے لگا تھا۔ وہ یقیناً" انہیں چھوڑنے کے لیے وہاں آیا تھا۔

چند منٹ دروازے پر ان لوگوں کے ساتھ بات کرنے کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا دوبارہ واپس جانے لگا، ریسپشنسٹ نے اسے روکا۔ اس نے یقیناً" دور صوفے سے کھڑی ہوتی امامہ کو دیکھ لیا تھا ورنہ وہ سالار کو کبھی وہاں روک کر اس کے کسی وزیٹر کے بارے میں انفارم نہ کرتی۔ امامہ نے سالار کو ریسپشنسٹ کی بات سنتے اور پھر ٹھٹکتے دیکھا، وہ اپنی ایڑیوں پر گھوم گیا تھا۔ وہ بہت فاصلے پر تھی، لیکن اتنے فاصلے پر نہیں تھی کہ وہ اسے دیکھ یا پہچان نہ پاتا۔ اسے سالار کے چہرے پر اتنی دور سے بھی حیرت نظر آئی، پھر وہ مسکرایا تھا۔ اس نے پلٹ کر ریسپشن سے یقیناً" اس کا تعارف کروایا، پھر وہ رکے بغیر اس کی طرف بڑھ آیا۔ اگر وہ اس سے گھر میں سامنا کر رہی ہوتی تو اس وقت وہ سالار سے لپٹ کر بچوں کی طرح رو رہی ہوتی، وہ کچھ ایسی ہی ذہنی حالت میں تھی لیکن وہ یہاں یہ نہیں کر سکتی تھی۔

"what a pleasant surprise"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے قریب آتے ہوئے کہا۔ وہ بے حد خوشگوار موڈ میں تھا۔

"میرا جوتا ٹوٹ گیا ہے۔" اس نے بے ربطی سے جواب دیا۔ اس نے سالار سے نظریں ملائے بغیر سر جھکائے ہوئے کہا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی آنکھیں پڑھے کیونکہ وہ جانتی تھی، وہ اس کی آنکھوں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتا تھا۔

"سامنے سگنل پر میری گاڑی خراب ہوگئی۔ اور لفٹر اسے کہیں لے گیا ہے۔ اور یہاں تمہارا آفس تھا تو میں یہاں آگئی۔ لیکن شاید نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ تم مصروف ہو۔ بس تم مجھے گھر بھجوا دو۔" اس نے جواباً "ایک کے بعد ایک مسئلہ بتاتے ہوئے" اسے بے حد بے ڈھنگے انداز میں کہا۔

"نو پرابلم۔" سالار نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"سوری میم، آپ مجھے اپنا تعارف کرا دیتیں تو میں آپ کو آفس میں بٹھا دیتی۔"

ڈیسک پر بیٹھی لڑکی نے اس کے قریب آکر معذرت کی تھی۔

"اٹس او کے۔ کسی کو بھیج کر یہاں قریب کسی شو اسٹور سے اس سائز کا جوتا منگوائیں۔"

اس نے اس لڑکی سے کہا اور پھر اگلا جملہ امامہ سے کہا۔

"امامہ، یہ ٹوٹا ہوا جوتا اتار دو۔"

"اتار دوں؟" وہ ہچکچائی۔

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں۔ میرے باتھ روم میں وضو کے لیے سلیپرز ہیں، وہ پہن کر پاؤں دھو لینا تب تک نیا جوتا آجائے گا تمہارے لیے۔ اور کس سگنل سے گاڑی لے کر گئے ہیں؟"

امامہ نے اسے اندازے سے بتایا۔

اس نے ڈیسک سے آنے والی لڑکی کو گاڑی کا نمبر بتاتے ہوئے کچھ ہدایات دیں۔ وہ تب تک ٹوٹے ہوئے جوتے سے اپنا پاؤں نکال چکی تھی۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے، وہ اسے وہاں سے لے آیا۔ اپنے ہاتھ پر اس کی گرفت سے امامہ نے محسوس کیا کہ اسے اس وقت اس سہارے کی بے حد ضرورت تھی۔ ایک پاؤں میں جوتا نہ ہونے کے باوجود، وہ بڑی سہولت سے چلتے ہوئے اس کے آفس میں آگئی تھی۔ وہ راستے میں ملنے والے افراد سے اسی ریلیکسڈ اور عام سے انداز میں اسے متعارف کرواتا کوریڈور سے اپنے آفس آگیا تھا۔

"ویسے تم اس طرف آکیسے گئیں؟" اپنے آفس کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے امامہ سے پوچھا۔

"میں۔" اسے کوئی بہانہ یاد نہیں آیا۔ اس کا ذہن اس وقت کچھ اتنا ہی خالی ہو رہا تھا۔ سالار چند لمحے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے بات بدل دی۔

"تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔" اپنے ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔

اس کے سائیڈ ڈیسک پر رکھی اپنی ایک فریمڈ تصویر سے نظریں ہٹاتے ہوئے، وہ کمرے کے ایک کونے میں پڑے صوفوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ وہ انٹرکام پر اس کے لیے کوئی جوس لانے کا کہہ رہا تھا، جب اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر کال ریسیو کی، چند لمحے وہ فون پر بات کرتا رہا پھر اس نے امامہ سے کہا "امامہ! تمہارا کریڈٹ کارڈ کہاں ہے؟"

وہ اس کے سوال پر چونک گئی۔ اس کے پاس ایک سپلیمنٹری کارڈ تھا۔

"میرے بیگ میں۔"

"ذرا چیک کرو۔" اس نے بیگ سے والٹ نکالا اور پھر باری باری اس کے تمام حصے چیک کیے۔ وہاں کارڈ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ اس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

"اس میں نہیں ہے۔" اس نے اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ سالار سے کہا۔

اس نے جواب دینے کے بجائے فون پر کہا۔

"بالکل، میری بیوی چھوڑ آئی تھیں وہاں۔ میں منگوالیتا ہوں۔ تھینک یو۔" اس نے فون بند کردیا۔ امامہ کی جیسے جان میں جان آئی۔

"کہاں ہے کارڈ؟" امامہ نے پوچھا۔

"کہاں شاپنگ کی ہے تم نے؟" سالار نے اس کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔

اسے ڈیپارٹمنٹل اسٹور یاد آیا۔

"وہاں چھوڑ دیا تھا میں نے؟" اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"ہاں، اسٹور کے منیجر نے ہیلپ لائن کو انفارم کیا۔ وہ تمہارے سیل پر ٹرائی کرتے رہے، لیکن تم نے کال ریسیو نہیں کی، اب انہوں نے مجھے کال کیا ہے۔"

وہ بیگ سے اپنا سیل نکال کر دیکھنے لگی۔ اس پر واقعی بہت ساری مسڈ کالز تھیں، لیکن یہ کب آئی تھیں۔؟ شاید جب وہ ریسپشن میں بیٹھی اپنی سوچوں میں غرق تھی۔

ایک آدمی ایک ٹرے میں پانی اور جوس کا گلاس لے کر آگیا۔ اسے اس وقت اس کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ پیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ شرمندگی کی وجہ سے۔

سالار دوسرے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس دوران انٹرکام دوبارہ بجا اور وہ اٹھ کر گیا۔ گاڑی کا پتا چل گیا تھا۔

"امامہ، گاڑی کے پیپرز کہاں ہیں؟" اس نے ایک بار پھر فون ہولڈ پر رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

امامہ کو اپنی اگلی حماقت یاد آئی، پیپرز گاڑی میں ہی تھے۔ وہ پیپرز اور لائسنس دونوں وہاں چھوڑ کر آئی تھی۔ اس برانڈ نیو گاڑی پر اگر کوئی ہاتھ صاف کرتا تو اس خوش قسمت کو گاڑی کے ساتھ یہ دونوں چیزیں بھی انعام میں ملتیں۔ کیونکہ لفٹر اسے مطلوبہ پارکنگ میں چھوڑ کر وہاں سے جا چکا تھا۔ اس پر اسٹیکر لگا ہوتا تو شاید وہ اسے کہیں اور لے کر جاتا، لیکن اب وہ اسے قریبی پارکنگ میں چھوڑ گئے تھے، کیونکہ ان کا خیال تھا مالک گاڑی کے پیچھے آرہا ہوگا۔

جوس یک دم اس کے حلق میں اٹکنے لگا تھا۔

"گاڑی میں۔" اس نے نظریں ملائے بغیر کہا۔ جواباً اسے ملامت نہیں کی گئی، جس کی وہ توقع کر رہی تھی۔

"آئی ڈی کارڈ کی کاپی ہے؟" وہ کسی کو گاڑی لانے کے لیے بھیجنا چاہتا تھا، اور حفظ ماتقدم کے طور پر آئی ڈی کارڈ یا گاڑی کے پیپرز ساتھ دینا چاہتا تھا، تاکہ اگر اسے پارکنگ میں چیک کیا جائے تو گاڑی لانے میں دقت نہ ہوتی۔ وہ گلاس رکھ کر ایک بار پھر آئی ڈی کارڈ اپنے بیگ میں ڈھونڈنے لگی، وہاں بھی اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اسے یاد آیا کہ وہ دوسرے بیگ میں تھا۔ اس کا دل وہاں سے بھاگ جانے کو چاہا۔ اسے خود پر شدید غصہ آرہا تھا۔ اس دفعہ سالار نے اس کے جواب کا انتظار نہیں کیا۔

"میرے پیپرز میں دیکھو، میری وائف کے آئی ڈی کارڈ کی کاپی ہوگی، وہ ڈرائیور کو دے دو اور کار کی چابیاں بھی بھجوا دیتا ہوں۔" اس نے فون پر کہا۔

"تمہیں اگر فریش ہونا ہو تو میرے سلیپرز یہاں پڑے ہیں۔"

یہ آفر بے حد بروقت آئی تھی۔ اسے واقعی اس وقت کوئی ایسی جگہ چاہیے تھی جہاں وہ اپنا منہ چھپا لیتی۔ اس نے زندگی میں کبھی خود کو اتنا ناکارہ اور احمق محسوس نہیں کیا تھا۔

باتھ روم کا دروازہ بند کیے، وہ اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی گئی۔ پانی کچھ بہا نہیں پا رہا تھا، نہ شرمندگی، نہ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہتک، نہ اس کا رنج۔

"سنا ہے، تمہاری کوئی گرل فرینڈ آئی ہے؟"

اس نے باہر رمشہ کی آواز سنی۔ وہ سالار کو چھیڑ رہی تھی اور وہ جواباً ہنسا تھا۔

"ہاں، آج کی Disasterous میٹنگ کے بعد، کسی گرل فرینڈ کا ایک وزٹ تو ڈیزرو کرتا تھا میں۔" وہ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ان کی گفتگو سنتی رہی۔ دونوں اب کسی کلائنٹ اور آج کی میٹنگ کو ڈسکس کر رہے تھے۔

اس کا دل چاہا تھا وہ واپس کمرے میں نہ جائے وہ اس سین سے غائب ہونا چاہتی تھی۔

باتھ روم کا دروازہ کھلنے پر رمشہ خیر مقدمی انداز میں اس کی طرف آئی۔

"چلو کسی بہانے تمہاری بیگم تو یہاں آئیں۔" رمشہ نے اس سے ملتے ہوئے کہا تھا۔

سالار جواب دینے کے بجائے صرف مسکرایا۔ چند منٹ وہ کھڑی باتیں کرتی رہی، پھر اس نے کہا۔

"اب اگلی میٹنگ ہے، تو تم آ رہے ہو کیا؟"

"ہاں، میں آتا ہوں۔ تم اسٹارٹ کرلو میٹنگ، میں دس پندرہ منٹ میں آجاتا ہوں۔"

اس نے کہا۔ رمشہ، امامہ کو خدا حافظ کہتے ہوئے نکل گئی۔

"تم چلے جاؤ، گاڑی آئے گی تو میں چلی جاؤں گی۔" اس نے کمرے میں پڑے جوتے کے ڈبے سے نیا جوتا نکالتے ہوئے سالار سے کہا۔ اسے لگ رہا تھا وہ اس وقت ایک خواہ مخواہ کی لائبلیٹی بن کر آئی تھی۔

"تم سینڈوچ کھاؤ۔ تم نے ہی صبح بنا کر دیے تھے، آج کلائنٹس کے ساتھ لنچ کیا ہے، یہ کھا نہیں سکا۔" وہ ٹیبل پر پڑے سینڈوچ کا ایک ٹکڑا کھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس وقت حلق سے کچھ اتارنا بہت مشکل تھا۔

"کیوں بھوک نہیں ہے؟ لنچ کیا ہے تم نے؟"

"نہیں، لیکن بھوک نہیں ہے۔"

"پھر کھاؤ، صرف ایک کھالو۔" وہ اسے بہلا رہا تھا۔ امامہ کے ساتھ کوئی مسئلہ تھا اور اس وقت پوچھنا بے کار تھا۔ جب بھی وہ پریشان ہوتی اسی طرح چیزیں بھولتی تھی اور اتنے مہینوں میں سالار اس چیز کا عادی ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا، وہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی۔ یہ اس کے لیے اب کوئی غیر معمولی بات نہیں رہی تھی۔

وہ اب سر جھکائے سینڈوچ کھانے لگی تھی جو اس نے پلیٹ میں اس کے سامنے رکھا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ اب اس کی ان تمام حرکات پر کوئی تبصرہ کرے گا، مگر وہ اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ سینڈوچ ختم ہونے کے بعد اس نے امامہ سے چائے کا پوچھا اور اس کے انکار پر اس نے انٹرکام پر کسی سے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کے لیے کہا۔

"میں تمہیں اپنی گاڑی میں بھجوا رہا ہوں۔ تمہاری گاڑی جب آئے گی تو میں بھجوا دیتا ہوں۔"

"میں خود ڈرائیو کر کے چلی جاتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"نہیں، ڈرائیور تمہیں ڈراپ کرے گا۔ تم اب سیٹ ہو اور میں نہیں چاہتا تم ڈرائیو کرو۔" وہ بول نہیں سکی، یہ جاننے کے باوجود کہ وہ بڑی آسانی سے جان گیا ہوگا کہ اس وقت اسے کوئی پریشانی تھی۔

"میں خود چلی جاتی ہوں۔" اس نے بینک کی ایگزٹ پر سالار سے کہا۔

"یار، کلائنٹس کو بھی یہاں تک چھوڑنے آجاتا ہوں، تم تو بیوی ہو میری۔" وہ مسکرایا تھا۔

ڈرائیور پارکنگ میں کھڑی گاڑی دروازے کے سامنے لے آیا تھا۔ ڈرائیور گاڑی کا دروازہ کھولنے کے لیے آیا مگر اس سے پہلے سالار اس کے لیے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول چکا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ گاڑی میں بیٹھنے کے بجائے اسے رک کر دیکھنے لگی۔ وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی مگر اس کے حلق میں ایک بار پھر سے گرہیں پڑنے لگی تھیں۔

"Anything else Ma'am" سالار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ سمجھا کہ وہ اسے کچھ کہنا چاہ رہی ہے۔

"تھینک یو۔" اس نے بالآخر کہا۔

"Always at your disposal ma'am"

اس نے اپنا بازو اس کے گرد پھیلاتے ہوئے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئی' سالار نے دروازہ بند کر دیا۔ چلتی ہوئی گاڑی میں سے امامہ نے ایک لمحے کے لیے مڑ کر دیکھا۔ وہ ابھی وہیں کھڑا تھا' وہ یقیناً" گاڑی کے مین روڈ پر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا تھا۔

جس کی ذمہ داری تھی وہ شخص اس کے لیے کھڑا تھا۔ وہ جلال کی ذمہ داری نہیں تھی' پھر وہ کیوں یہ توقع کر رہی تھی کہ وہ اس کے لیے اتنی کرٹسی دکھاتا۔ اس نے ٹھیک کیا تھا' اسے ڈرائیور کے ساتھ بھیجا تھا۔ وہ واقعی اس وقت گاڑی ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں تھی۔ وہ اپنی گاڑی میں ہوتی تو گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کر کے اندر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتی۔ نہ وہ اتنی بے وقعت تھی جتنی ہر بار جلال کے سامنے جا کر ہو جاتی تھی' نہ وہ اتنی انمول تھی جتنا یہ شخص اسے سمجھ رہا تھا۔ ایک اسے کوئلہ سمجھ کر ملتا تھا' اور دوسرا کوہ نور۔ وہ بے وقعتی کانچ کی طرح لگتی تھی اور یہ وقعت خنجر کی طرح۔ لیکن دونوں چیزیں زخمی کرتی تھیں اسے۔

وہ گھر آ کر بھی بہت دیر تک لاؤنج میں بے مقصد بیٹھی رہی تھی۔ آج کا دن بے حد برا تھا' بے حد۔ کوئی چیز اسے پرسکون نہیں کر پا رہی تھی۔ تکلیف دہ یادوں کا ایک سلسلہ تھا جو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" سالار نے رات کو کھانے کی ٹیبل پر اس سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" جواب حسب توقع تھا۔

سالار نے کھانا کھاتے کھاتے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"کوئی پریشانی نہیں ہے' میں بس اپنی فیملی کو مس کر رہی ہوں۔" اس نے جھوٹ بولا۔

یہ واحد طریقہ تھا جس سے اس گفتگو کا موضوع اس کی ذات سے ہٹ سکتا تھا۔

سالار نے اسے کریدا نہیں تھا۔ وہ بعض دفعہ اسی طرح پریشان ہوتی تھی۔ اور وہ اسے صرف بہلانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ آج بھی اس نے یہی کچھ کیا۔ وہ ڈنر کے بعد کام کے لیے اپنے اسٹڈی روم میں چلا گیا۔ امامہ نے سونے کی کوشش کی' لیکن وہ سو نہیں سکی۔ ایک بار پھر سب کچھ فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے آنے لگا' وہ فلم جو آج بار بار چلتی رہی تھی۔

کتنا وقت اس نے اندھیرے میں بستر میں چت لیٹے' چھت کو گھورتے ہوئے گزارا تھا' اسے اندازہ ہی نہیں ہوا۔ اس کی سوچوں کا تسلسل تب ٹوٹا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ سالار سونے کے لیے حتی الامکان آہستگی سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر آیا تھا۔ پھر دروازہ بند کر کے' وہ لائٹ آن کیے بغیر اسی طرح احتیاط سے دبے پاؤں واش روم کی طرف چلا گیا تھا۔

امامہ نے آنکھیں بند کر لیں' نیند اب بھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے سونے کے لیے بیڈ پر آ کر لیٹا تھا۔ اس نے امامہ کی طرف کروٹ لی اور پھر امامہ نے اس کی آواز سنی۔

"تم جاگ رہی ہو؟" اس نے اپنی کمر کے گرد سالار کا بازو حمائل ہوتے ہوئے محسوس کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے؟" وہ کچھ جھلائی تھی۔
"پتا نہیں کیسے؟ بس پتا چل ہی جاتا ہے۔ کیا پریشانی ہے؟" ایک لمحہ کے لیے اس کا دل چاہا وہ اسے بتا دے اپنی اور جلال کی ملاقات کے بارے میں لیکن دوسرے ہی لمحہ اس نے اس خیال کو جھٹک دیا تھا۔ اس سارے واقعے میں بتانے والی کوئی چیز نہیں تھی۔ کوئی ایسی چیز جو کسی کے لیے بھی قابل اعتراض ہوتی وہ سالار کو بھی یہ نہیں سمجھا سکتی تھی کہ وہ جلال کی کن باتوں پر تکلیف محسوس کر رہی تھی تو پھر بتانے کا فائدہ کیا ہوتا۔
"کچھ نہیں بس میں ڈپریسڈ تھی۔"
"اسی لیے تو کہا تھا کہ باہر چلتے ہیں۔" وہ اب اس کے بازو پر سہلانے والے انداز میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔
"میں ٹھیک ہوں اب۔" امامہ نے یک دم — کسی ننھے بچے کی طرح اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے اس سے کہا۔ اس کے سر کو چومتے ہوئے وہ اسے تھپکنے لگا' امامہ کا دل بھر آیا۔ اگر اس کی زندگی میں جلال انصر کے نام کا کوئی باب نہ آیا ہوتا تو کیا ہی اچھا تھا۔ وہ اس شخص کے ساتھ بہت خوش رہ سکتی تھی' جس کے سینے میں منہ چھپائے' وہ اس وقت ماضی کو کھوجنے میں مصروف تھی۔ زندگی میں وہ لوگ کیوں آتے ہیں جو ہمارا مقدر نہیں ہوتے' وہ مقدر نہیں بنتے تو ایڑی کا کانٹا کیوں بن جاتے ہیں؟

☼ ☼ ☼

جلال کے ساتھ ہونے والی وہ ملاقات اس کے لیے ایک اتفاق تھا' ایک ایسا اتفاق جسے وہ دوبارہ نہیں چاہتی تھی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتفاقی ملاقات اس کے لیے بہت خطرناک اثرات لے کر آنے والی تھی' مہینوں یا سالوں میں نہیں بلکہ دنوں میں۔
دو دن بعد وہ ایک ڈنر میں مدعو تھے۔ وہ اس وقت سالار کے ساتھ کھڑی چند لوگوں سے مل رہی تھی جب اس نے ہیلو کی ایک شناسا سی آواز سنی۔ امامہ نے گردن موڑ کر دیکھا اور پھر ہل نہیں سکی۔ وہ فاروق تھا۔ جو بے حد گرم جوشی کے ساتھ سالار سے مل رہا تھا۔
"میری بیوی۔۔۔" سالار اب اس کا تعارف کروا رہا تھا۔
"تعارف کی ضرورت نہیں ہے' میں پہلے ہی ان سے مل چکا ہوں۔" فاروق نے بے حد گرم جوشی سے کہا۔ سالار نے کچھ حیران سا ہو کر فاروق کو دیکھا۔
"آپ پہلے مل چکے ہیں امامہ سے؟"
"بالکل' ابھی پرسوں ہی تو ملاقات ہوئی ہے۔ ڈاکٹر جلال انصر کے ساتھ لنچ کر رہی تھیں۔ دراصل جلال ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں' انہوں نے بتایا کہ یہ ان کی پرانی کلاس فیلو ہیں اور جب انہوں نے آپ کا وزیٹنگ کارڈ نہیں دیا تب مجھے پتا چلا کہ یہ آپ کی وائف ہیں۔" فاروق بڑے خوش گوار انداز میں کہہ رہا تھا۔
"میں نے اور میری مسز نے تو کھانے پر انوائٹ کیا تھا' لیکن انہوں نے کہا کہ آپ آج کل مصروف ہیں۔"
فاروق نے نہ امامہ کی فق ہوتی رنگت کو دیکھا' نہ سالار کے بے تاثر چہرے کو۔ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا' سالار کو اس پر یقین نہیں آ رہا تھا' لیکن یقین نہ کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس کے کان جیسے سن ہو رہے تھے۔ اس نے گردن موڑ کر اپنے بائیں طرف کھڑی امامہ کو دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ وہ فی الحال اس کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جلال انصر کے ساتھ مل رہی تھی۔۔۔ اور کب سے؟
فاروق کی بات سنتے ہوئے امامہ نے خشک ہوتے ہوئے حلق کے ساتھ سالار کے چہرے پر نظر ڈالی۔ وہ بغور فاروق کی بات سن رہا تھا اور اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اس نے اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھ کر غلط اندازہ لگایا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں اسے سب کچھ بتا دوں گی وہ میری بات سمجھ لے گا' اس کے بے تاثر چہرے نے امامہ کو عجیب سی خوش فہمی کا شکار کیا تھا۔ وہ ابتدائی شاک سے نکلنے لگی تھی۔ مجھے پرسوں ہی سالار کو بتا دینا چاہیے تھا' تب اسے یہ شرمندگی نہ ہوتی۔ اسے ذرا پچھتاوا ہوا۔ وہاں کھڑے فاروق کی بات سنتے اور سالار کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے ان حالات میں سالار کے ردعمل کو بالکل غلط سمجھا تھا اور کیوں نہ سمجھتی' اتنے مہینوں سے وہ جس شخص کے ساتھ رہ رہی تھی' وہ اس کے ناز نخرے اٹھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہا تھا۔ اس نے اسے کبھی یہ تاثر نہیں دیا تھا کہ وہ اس سے ناراض ہو سکتا تھا یا اس کی کسی غلطی پر اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ ظہیر صاحب سے ملے ہیں؟" اس نے یک دم سالار کو فاروق کی بات کاٹتے دیکھا۔

"آئے ہوئے ہیں کیا؟"

"ہاں' ابھی ہم لوگ آپ ہی کی بات کر رہے تھے۔ آئیں میں آپ کو ملواتا ہوں۔" سالار' فاروق کو لیے ایک طرف چلا گیا۔

امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے موضوع بدلا تھا یا وہ فاروق کو واقعی کسی ظہیر صاحب سے ملوانا چاہتا تھا۔ وہ دوبارہ پلٹ کر اس کی طرف نہیں آیا۔ وہ ڈنر کے دوران بھی مردوں کے ایک گروپ کے پاس کھڑا رہا۔ وہ خود بھی اپنی کچھ دوسری شناسا خواتین کے ساتھ کھڑی رہی۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ کسی پارٹی میں وہ اس کے پاس ہی نہ آیا ہو۔ اسے کچھ پریشانی ہونے لگی' لیکن اسے ابھی بھی یقین تھا سالار اس چیز کو بہت بڑا ایشو نہیں بنائے گا۔

پارٹی کے ختم ہونے پر میزبانوں سے رخصت ہو کر وہ ہوٹل کی لابی کے دروازے پر اپنی کار کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ امامہ نے ایک بار پھر اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔ اس کا چہرہ اتنا ہی بے تاثر تھا' جتنا پہلے تھا۔ لیکن اس کی خاموشی اور سنجیدگی بے حد معنی خیز تھی۔ امامہ نے بات کا آغاز کرنے کا سوچا اور تب ہی ہوٹل کا ایک ملازم ان کی گاڑی ڈرائیو وے میں لے آیا تھا۔ سالار اسے مخاطب کیے بغیر باہر نکل گیا۔ اسے اب شبہ نہیں رہا تھا۔ کہ اس کی اس اچانک خاموشی اور بے اعتنائی کی وجہ کیا تھی۔

گاڑی میں بیٹھے ہوئے بھی اس کی خاموشی اسی طرح تھی۔ گاڑی کے مین روڈ پر آنے کے چند منٹوں کے بعد امامہ نے اس طویل خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی۔

"تم ناراض ہو مجھ سے؟"

"Will you please shut up" وہ فریز ہو گئی تھی۔

"میں اس وقت گاڑی ڈرائیو کرنا چاہتا ہوں' تمہاری بکواس سننا نہیں چاہتا۔" وہ اس پر چلایا نہیں تھا' لیکن جو کچھ اس کی نظروں اور اس کے ٹھنڈے لہجے میں تھا' وہ امامہ کو مارنے کے لیے کافی تھا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا، کہ بات اتنی معمولی نہیں' جتنی وہ سمجھ رہی تھی۔ وہ اسے دوبارہ مخاطب کرنے کی ہمت نہیں کر سکی۔ اتنے مہینوں میں اس نے پہلی بار اسے اندھا دھند گاڑی ڈرائیو کرتے دیکھا تھا۔

اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کے بعد وہ اپنی جیکٹ لاؤنج میں صوفے پر پھینکتے ہوئے سیدھا کچن میں گیا۔ امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کچن میں جائے یا اس کے بیڈ روم میں آنے کا انتظار کرے۔ اپنی چادر اتارتے ہوئے وہ کچھ دیر اپارٹمنٹ کے بیرونی دروازے کے پاس ہی کھڑی رہی۔ اس کا ذہن اب ماؤف ہونے لگا تھا۔ وہ اتنے مہینوں سے ایک "عاشق" اور "دوست" کے ساتھ رہ رہی تھی اور آج پہلی بار ایک "شوہر" کا سامنا کر رہی تھی۔

کوریڈور میں کھڑے کھڑے اس نے اپنے سینڈلز اتارے۔ تب ہی اس نے سالار کو کچن ایریا سے پانی کا گلاس لے جاتے اور پھر ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھتے دیکھا۔ اب اس کی پشت امامہ کی طرف تھی۔ پانی کا گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اب اپنے گلے سے ٹائی اتار رہا تھا۔ وہ چند لمحے کھڑی اسے دیکھتی رہی' پھر آگے بڑھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

آئی۔ کرسی کھینچ کر وہ بیٹھی ہی تھی کہ وہ کرسی دھکیلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"سالار! میری بات تو سنو!"

"ابھی کچھ اور رہ گیا ہے جو تم نے مجھے بتانا ہے؟"

اس نے سالار کی آنکھوں میں اپنے لیے کبھی تحقیر نہیں دیکھی تھی، لیکن آج دیکھ رہی تھی۔

"مجھے وضاحت کا موقع تو دو۔"

"وضاحت.... ؟ کس چیز کی وضاحت.... ؟ تم مجھے یہ بتانا چاہتی ہو کہ تم نے اپنے ایکس بوائے فرینڈ کے لیے اپنے شوہر کو دھوکا دینا کیوں ضروری سمجھا؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

"یا تم مجھے یہ بتاؤ گی کہ تمہارے ایکس بوائے فرینڈ کی وہ کون سی خوبی ہے، جو تمہیں اپنے شوہر میں نظر نہیں آئی۔" وہ اپنے لہجے سے اسے کاٹ رہا تھا۔

"اس سے بہتر یہ ہے کہ تم مجھے صرف یہ بتا دو کہ تم کب سے اس سے مل رہی ہو؟"

"میں اتفاقاً" اس سے ملی تھی.... صرف ایک بار۔"

اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کی۔ سالار نے ڈائننگ ٹیبل پر پوری قوت سے ہاتھ مارا تھا۔

"Stop befooling me woman!"

وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔ امامہ کی آواز بند ہو گئی۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے یوٹوپیا ختم ہو رہا تھا۔

"تم سمجھتی ہو میں اب تم پر اعتبار کروں گا.... تم نے میری نظروں میں آج اپنی عزت ختم کر لی ہے۔

"You are nothing but a bloody cheater"

وہ کہتے ہوئے وہاں رکا نہیں تھا۔ بیڈ روم میں جانے کی بجائے وہ اسٹڈی روم میں چلا گیا تھا۔

امامہ نے مٹھیاں بھینچ کر جیسے اپنے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے الفاظ اس کے کانوں میں بار بار گونج رہے تھے۔ وہ بے حد تکلیف دہ تھے، لیکن اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ اس کی کاٹ دار نظریں تھیں۔

بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی سالار نے بنالی تھی، لیکن بات اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی جتنی اس نے سمجھی تھی۔ وہ اس کے اور جلال کے ماضی کے تعلق سے واقف نہ ہوتا تو کبھی بھی کسی کلاس فیلو کے ساتھ کھانا کھانے پر اتنا ہنگامہ کھڑا نہ کرتا، وہ کنزرویٹو نہیں تھا۔

اسے خود ہی جلال سے ملاقات کے بارے میں بتا دینا چاہیے تھا۔ وہاں بیٹھے، بہتے آنسوؤں کے ساتھ اب وہ خود کو ملامت کر رہی تھی۔

وہ اٹھ کر بیڈ روم میں آگئی۔ سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ ماؤف ذہن اور حواس کے ساتھ صرف سالار کے الفاظ ذہن سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سوال یہ نہیں تھا کہ وہ اسے غلط سمجھ رہا تھا، سوال یہ تھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیا وہ بھی اسے اسی طرح ناقابل اعتبار سمجھتا ہے، جس طرح وہ اسے سمجھتی ہے۔

وہ ساری رات جاگتی رہی۔ سالار بیڈ روم میں نہیں آیا تھا۔ اسے یقین تھا، صبح تک اس کا غصہ ختم نہیں تو کم ضرور ہو جائے گا اور وہ اس سے دوبارہ بات کرنا چاہتی تھی۔

وہ فجر کے وقت کمرے میں آیا تھا۔ اس پر ایک نظر ڈالے بغیر وہ کپڑے تبدیل کر کے نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا تھا۔

اس کی واپسی ہمیشہ کی طرح جم اور جاگنگ کے بعد آفس جانے سے کچھ دیر پہلے ہوئی تھی۔ اس نے امامہ کو تب بھی مخاطب نہیں کیا تھا۔ امامہ کے نکالے ہوئے کپڑوں کے بجائے، وہ اپنے نکالے ہوئے کپڑے لے کر واش روم

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں گیا تھا۔

وہ کچھ دلبرداشتہ سی ہو کر کچن میں ناشتا تیار کرنے لگی۔ سالار تیار ہو کر لاؤنج میں آیا، لیکن ناشتے کی ٹیبل پر جانے کی بجائے وہ اسٹڈی روم میں چلا گیا۔ اسے پتا تھا کہ وہ اپنا لیپ ٹاپ لینے وہاں گیا تھا، لیکن یہ وہ ناشتا کرنے کے بعد کیا کرتا تھا، آج پہلے لینے کا مطلب تھا کہ.....

"سالار! ناشتا لگا دیا ہے میں نے۔" اس کے اسٹڈی روم سے نکلنے پر امامہ نے اسے کہا تھا۔

"اس کے لیے تم جلال کو بلا لو۔" اس نے بات نہیں کی تھی، اسے کوڑا مارا تھا۔ وہ سفید پڑ گئی۔ وہ ایک لمحہ رکے بغیر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر نکل گیا۔ اسے احساس نہیں ہوا کہ وہ کتنی دیر وہیں ڈائننگ ٹیبل کے قریب کھڑی رہی۔ اس کے لفظ کسی خاردار تار کی طرح اس کے وجود کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔

وہ سارا دن کچھ نہیں کھا سکی تھی۔ اس نے دو بار سالار کو کال کی، لیکن اس نے کال ریسیو نہیں کی۔ اسے یہی توقع تھی۔ اس نے ٹیکسٹ میسج کے ذریعے اس سے معافی مانگی۔ اس نے ٹیکسٹ میسج کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ روزانہ سات یا آٹھ بجے کے قریب گھر آجاتا تھا۔ اگر کبھی اسے دیر سے آنا ہوتا تو وہ اسے مطلع کر دیا کرتا تھا، لیکن اس دن وہ رات کو تقریباً" دس بجے کے قریب گھر آیا تھا۔

"آج بہت دیر ہو گئی؟" امامہ نے دروازہ کھولنے پر پوچھا۔ سالار نے جواب نہیں دیا۔

وہ کھڑی صرف اسے دیکھتی رہ گئی۔ لاؤنج میں ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آن کرتے ہوئے وہ بیڈ روم میں چلا گیا۔ یہ جیسے اشارہ تھا کہ وہ دوبارہ ٹی وی دیکھنے کے لیے وہاں آئے گا۔ امامہ کو یقین تھا کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا، لیکن بوجھل دل کے ساتھ اس نے کھانا لگانا شروع کر دیا تھا۔

وہ دس پندرہ منٹ کے بعد کپڑے تبدیل کر کے لاؤنج میں آگیا تھا۔ فریج سے ایک انرجی ڈرنک نکال کر وہ لاؤنج کے صوفہ پر بیٹھ کر چینل سرفنگ کرنے لگا۔

"کھانا تیار ہے!" امامہ نے اسے انفارم کیا۔ وہ ٹی وی دیکھتا رہا۔

"تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟" وہ آگے بڑھی۔ اس نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسے کہا۔

"یہ میرا گھر ہے، یہاں موجود ہر چیز میری ہے اور کھانا کھانا یا نہ کھانا میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔" اس کی آنکھوں میں بے رخی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

"میں نے تمہارے انتظار میں ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔" اس نے کبھی اس شخص کے سامنے اپنا ایسا لہجہ رکھنے کا سوچا تک نہیں تھا۔ وہ "محبت" نہیں بلکہ "رشتہ" تھا جو اس کو کمزور کر رہا تھا۔

"Stop this bullshit." وہ چینل تبدیل کرتے ہوئے عجیب سے انداز میں ہنسا تھا۔

"میں تمہارے ہاتھوں بے وقوف ضرور بن گیا ہوں، لیکن بے وقوف ہوں نہیں۔"

"سالار! تم جو سمجھ رہے ہو، ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔" وہ اس کے سامنے کے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے جو میں تمہیں سمجھ رہا تھا، وہ واقعی غلط تھا۔"

امامہ کے حلق میں پھر گرہیں پڑنے لگی تھیں۔

"تم میری بات کیوں نہیں سن لیتے.....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"امامہ! آج میرے سامنے رونا مت، تم مجھے استعمال کر رہی ہو، ایکسپلائٹ کر رہی ہو۔ کرو، لیکن ایموشنلی بلیک میل مت کرو مجھے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں نمودار ہوتے آنسوؤں کو دیکھ کر بری طرح مشتعل ہوا تھا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ٹھیک ہے، تم بات نہیں سننا چاہتے، مت سنو، لیکن معاف کردو مجھے.... میں تم سے ایکسکیوز کرتی ہوں۔ میری غلطی تھی، مجھے اس سے نہیں ملنا چاہیے تھا۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ دنیا کا سب سے مشکل کام اپنے ناکردہ گناہ کے لیے معذرت کرنا تھا، اسے اب احساس ہو رہا تھا۔

"اس طرح ملنے کے بجائے، تمہیں اس سے شادی کرلینی چاہیے۔" اس نے اس کی بات کاٹ کر کہا تھا۔

"سالار! وہ شادی شدہ ہے۔" وہ بات مکمل نہیں کرسکی، اس کے آنسو بہنے لگے تھے اور اس کے بات ادھورا چھوڑنے پر وہ سلگا تھا۔

"بہت دکھ ہے تمہیں اس کے شادی شدہ ہونے کا؟ تو کہو اسے، تم سے سیکنڈ میرج کرلے یا بیوی کو طلاق دے، لیکن اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے، تم تو ویسے ہی اسے available ہو۔"

وہ سانس نہیں لے سکی، کم از کم اسے اس کی زبان سے یہ سننے کی توقع نہیں تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"تم جو مطلب نکالنا چاہتی ہو، نکال لو۔" اس نے سامنے پڑی ٹیبل پر انرجی ڈرنک کا کین اور ریموٹ کنٹرول دونوں رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے کریکٹر پر بات کررہے ہو تم؟" اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

"کریکٹر ہے تمہارا؟" اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"کریکٹر تھا تو شادی کی تھی تم نے۔" اسے اپنی بھرائی ہوئی آواز سے خود جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔

"شادی نہیں، غلطی کی تھی.... And I regret it۔" وہ اس کا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ خاموشی کا ایک لمبا وقفہ آیا تھا۔ پھر اس نے اپنے حلق میں پھنسا آنسوؤں کا گولہ نگلتے ہوئے کہا۔

"میری فیملی ہوتی نا تو میں تم سے اس طرح کی ایک بات بھی نہ سنتی، لیکن اب اور کچھ مت کہنا، ورنہ میں تمہارا گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

سالار نے جواب میں ٹیبل پر پڑا اپنا سیل اٹھایا۔ اس نے فرقان کو کال کی۔

"تمہارا ڈرائیور سو تو نہیں گیا؟"

"نہیں۔" دوسری طرف سے فرقان نے کہا۔

"تمہیں ضرورت ہے؟"

"ہاں۔"

"اچھا، میں اسے بتاتا ہوں۔" سالار نے سیل فون بند کردیا۔

"ڈرائیور تمہیں چھوڑ آتا ہے، تم پیکنگ کرکے جاسکتی ہو، لیکن مجھے کبھی یہ دھمکی مت دینا کہ تم گھر چھوڑ کر چلی جاؤ گی، جو کچھ تم میرے گھر میں بیٹھ کر کررہی ہو، بہتر ہے تم یہاں سے چلی جاؤ۔" وہ اٹھ کر بیڈ روم میں چلا گیا تھا۔

وہ بت کی طرح وہیں بیٹھی رہی۔ اس نے اسے دھکے دے کر گھر سے نہیں نکالا تھا، لیکن وہ یہی محسوس کررہی تھی۔ چند منٹ وہ وہیں بیٹھی رہی پھر وہ یک دم اٹھ کر اپارٹمنٹ سے باہر نکل آئی۔ لفٹ میں اس نے اپنے دوپٹے سے بھیگی آنکھوں اور چہرے کو رگڑ کر خشک کرنے کی کوشش کی۔ وہ ڈرائیور کے سوالوں سے بچنا چاہتی تھی۔

"مجھے سعیدہ اماں کی طرف چھوڑ دو۔" اس کے نیچے پہنچنے تک ڈرائیور فرقان کی گاڑی نکالے ہوئے تھا۔ اس نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسے کہا۔

رات کے سوا گیارہ بجے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر وہ پورے راستے آنسو بہاتی اور آنکھوں کو رگڑتی رہی۔ اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

زندگی میں ایسی بے عزتی کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اسے ایک بار پھر اپنے ماں باپ بری طرح یاد آرہے تھے۔

سعیدہ اماں نے نیند سے اٹھ کر دروازہ کھولا اور اسے دروازے پر دیکھ کر وہ بری طرح پریشان ہوئی تھیں، مگر اس سے زیادہ پریشان وہ اسے اندر آکر بلک بلک کر روتے دیکھ کر ہوئی تھیں۔

"سالار نے گھر سے نکال دیا؟" وہ سن کر حواس باختہ ہوگئی تھیں۔ وجہ کیا تھی، وہ سعیدہ اماں کو تو کیا، کسی کو بھی نہیں بتا سکتی تھی۔

"بھائی جان کو فون ملا کر دو، میں ان سے بات کرتی ہوں ایسے کیسے گھر سے نکال سکتا ہے وہ۔" سعیدہ اماں کو غصہ آنے لگا تھا۔

اس نے ان کے اصرار کے باوجود آدھی رات کو ڈاکٹر سبط علی کو فون نہیں کیا۔ یہ مصیبت اس کی تھی، وہ اس کے لیے لوگوں کی نیندیں خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ خود پچھلی رات نہیں سوئی اور اب اسی طرح روتے ہوئے اس کا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔ فجر کی نماز کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔ نیند مشکل سے آئی تھی، لیکن آگئی تھی۔

دوبارہ اس کی آنکھ دوپہر کو کھلی اور آنکھ کھلنے پر اسے یہ سب کچھ بھیانک خواب کی طرح لگا تھا۔

"سالار نے کوئی فون تو نہیں کیا؟" اس نے سعیدہ اماں کے کمرے میں آنے پر پوچھا۔

"نہیں، تم نہالو میں کھانا لگا رہی ہوں، پھر بھائی صاحب کی طرف چلتے ہیں۔" سعیدہ اماں کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔ پتا نہیں اسے کیوں امید تھی کہ وہ اب پچھتا رہا ہوگا، شاید اس کے چلے جانے کے بعد اسے احساس ہوگیا ہوگا کہ اس نے زیادتی کی ہے۔ بارہ گھنٹے غصہ ختم ہونے کے لیے کافی تھے، اگر یہ سب کچھ اس نے غصے میں کیا تھا تو۔

اس نے بوجھل دل کے ساتھ شاور لیا اور سعیدہ اماں کے گھر پڑے ہوئے اپنے کپڑوں میں سے ایک جوڑا نکال کر پہن لیا۔ وہ پچھلے کئی مہینوں سے اتنے قیمتی کپڑے پہننے کی عادی ہوگئی تھی کہ اپنے جسم پر وہ جوڑا اسے خود ہی عجیب سا لگ رہا تھا۔ اسے بہت بھوک لگ رہی تھی، لیکن کھانے کے دو لقمے لیتے ہی اس کی بھوک مرگئی۔ سعیدہ اماں نے زبردستی اسے کھانا کھلایا۔ وہ کھانے کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف جانا چاہتی تھیں، لیکن امامہ، ڈاکٹر صاحب کو ان کے آفس فون پر اس طرح کی گفتگو سے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سالار ہفتے میں دو دن ڈاکٹر صاحب کے پاس رات کو جایا کرتا تھا اور آج بھی وہی دن تھا جب اسے وہاں جانا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ ڈاکٹر صاحب سے اس کے بارے میں جو کہنا چاہتا ہے، اس سے پہلے ہی کہہ دے۔ کم از کم اسے بیٹھے بٹھائے شرمندگی کا وہ بوجھ نہ اٹھانا پڑے جو اس سارے معاملے کے بارے میں انہیں بتا کر اسے اٹھانا پڑتا، لیکن سعیدہ اماں اس پر تیار نہیں تھیں۔ وہ زبردستی اسے ساتھ لے کر ڈاکٹر صاحب کے گھر آگئی تھیں۔ کلثوم آنٹی سب کچھ سن کر سعیدہ اماں کی طرح حواس باختہ ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب ابھی آفس سے نہیں آئے تھے۔

"لیکن بیٹا جھگڑا کس بات پر ہوا؟" امامہ کے پاس اس ایک سوال کا جواب نہیں تھا۔

سعیدہ اماں اور کلثوم آنٹی کے ہر بار پوچھنے پر اسے احساس ہوتا کہ اس سوال کا جواب اس کی نیت صاف ہونے کے باوجود اس کو مجرم بنا رہا تھا۔ اگر وہ سعیدہ اماں اور کلثوم آنٹی کو یہ بتاتی کہ وہ اپنے ایک پرانے دوست کے ساتھ کھانے پر گئی تھی یا کسی پرانے کلاس فیلو کے ساتھ تھی تو دونوں صورتوں میں وہ کبھی بھی اچھے ردِ عمل کا اظہار نہ کرتیں۔ وہ یہ سب کچھ ڈاکٹر صاحب کو بھی نہیں بتا سکتی تھی جو گھر آتے ہی اسے اس طرح دیکھ کر پریشان ہوئے تھے۔

"اسے میرے کریکٹر پر شک ہے۔" اس نے ان کے بار بار پوچھنے پر سر جھکائے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر سبط علی کو جیسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

شاک لگا تھا۔ سعیدہ اماں اور کلثوم آنٹی بھی بول نہیں سکی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

"وہ رات کو آئے گا تو میں اس سے بات کروں گا۔ پریشانی کی بات نہیں ہے... ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ۔" انہوں نے امامہ کو تسلی دی۔

"میں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ میں جاب کرلوں گی' لیکن میں اب اس کے گھر نہیں جاؤں گی۔"

ڈاکٹر سبط علی نے اس کی کسی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ اب بھی جیسے شاک میں تھے۔ سالار سکندر کے بارے میں جو تاثر وہ آج تک بنائے بیٹھے تھے' وہ بری طرح مسخ ہوا تھا۔ وہ خود کو یہ یقین دلانے کی کوشش کررہے تھے کہ یہ سب کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتا ہے' ورنہ سالار اس لڑکی کو آدھی رات کو اپنے گھر سے اس طرح کے الزام لگا کر خالی ہاتھ نہیں نکال سکتا تھا' جسے وہ اپنی بیٹی کہتے تھے۔

فرقان اس رات اکیلا آیا' سالار اس کے ساتھ نہیں تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے لیکچر کے بعد اسے روک لیا اور سالار کے بارے میں پوچھا۔

"وہ کچھ مصروف تھا اس لیے نہیں آسکا۔" فرقان نے اطمینان سے کہا۔

"آپ کو اس نے بتایا ہے کہ اس نے امامہ کو گھر سے نکال دیا ہے۔" فرقان چند لمحے بول نہیں سکا۔

"امامہ کو؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"آپ کے ڈرائیور کے ذریعے ہی اس نے امامہ کو کل سعیدہ بہن کے گھر بھجوایا تھا۔"

فرقان کو پچھلی رات سالار کی کال یاد آگئی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا... کیسے...؟ مطلب..."

فرقان کا دماغ واقعی چکرا گیا تھا۔ سالار' امامہ پر جس طرح جان چھڑکتا تھا' کم از کم اس کے لیے یہ بات ماننا ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے گھر سے نکال سکتا ہے' اور وہ بھی اس طرح آدھی رات کو۔ وہ اسے کل جم میں بہت خاموش سا لگا اور آج وہ جم میں آیا ہی نہیں تھا' لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ اس خاموشی کا کوئی تعلق امامہ سے ہو سکتا ہے۔

"میں اسے ابھی فون کرتا ہوں' میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔"

فرقان نے پریشان ہوتے ہوئے سالار کو اپنے سیل سے کال کی' سالار کا سیل آف تھا۔ اس نے دوبارہ گھر کے نمبر پر ٹرائی کیا' کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ اس نے کچھ حیران ہو کر ڈاکٹر صاحب کو دیکھا۔

"فون نہیں اٹھا رہا... سیل آف ہے... میں گھر جا کر بات کرتا ہوں اس سے... آپ امامہ کو میرے ساتھ بھیج دیں۔" فرقان واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

"نہیں' امامہ آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ اس نے نکالا ہے' وہ معذرت کر کے خود لے کر جائے۔" ڈاکٹر سبط علی نے بے حد دو ٹوک انداز میں کہا۔

"آپ اسے جا کر میرا پیغام دے دیں۔" فرقان نے کبھی ڈاکٹر سبط علی کو اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

سالار نے بیل کی آواز کو چند بار نظر انداز کرنے کی کوشش کی' لیکن پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ فرقان جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور اس کا یہ ارادہ کیوں تھا' وہ جانتا تھا۔ اس نے جا کر دروازہ کھولا اور پھر دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر آگیا۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے امامہ کو گھر سے نکال دیا ہے؟" فرقان نے اندر آتے ہوئے اپنے عقب میں دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں نکالا وہ خود گھر چھوڑ کر گئی ہے۔" سالار نے پیچھے دیکھے بغیر اسٹڈی روم میں جاتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ تم نے خود مجھے ڈرائیور کو بھیجنے کے لیے کہا تھا۔"

فرقان اس کے پیچھے اسٹڈی روم میں آگیا۔

"ہاں' کہا تھا کیوں کہ اس نے مجھے گھر چھوڑنے کی دھمکی دی تھی تو میں نے کہا ٹھیک ہے' تمہیں کل جانا ہے' تم آج چلی جاؤ' لیکن میں نے اسے نہیں نکالا۔"

اس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بے تاثر چہرے کے ساتھ کہا۔ فرقان نے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرے ایش ٹرے کو دیکھا اور پھر اس سلگتے ہوئے سگریٹ کو جو وہ دوبارہ اٹھا رہا تھا۔

"بیویاں گھر چھوڑنے کی دھمکیاں دیتی ہی رہتی ہیں' اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں اس طرح گھر سے نکال دو۔" فرقان نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"دیتی ہوں گی' But she dare not do that to me"

اس نے فرقان کی بات کاٹ کر کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کتنے پریشان ہیں' تمہیں اس کا اندازہ ہے؟"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے وہ ڈاکٹر صاحب کو درمیان میں کیوں لے کر آئی ہے؟" وہ سلگا تھا۔

"وہ کیسے نہ لے کر آتی' تم اسے گھر سے نکالو گے اور ڈاکٹر صاحب کو پتا نہیں چلے گا؟"

"وہ چاہتی تو نہ پتا چلتا' اگر اتنی جرات تھی کہ گھر سے چلی گئی تو پھر اتنا حوصلہ بھی ہونا چاہیے تھا کہ منہ بند رکھتی۔" اس نے سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں پھینک دیا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"کس بات پر جھگڑا ہوا ہے تم دونوں کا؟"

"بس' ہو گیا کسی بات پر۔" وہ کم از کم وجہ بتانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ فرقان آدھے گھنٹے کے سوال و جواب اور بحث کے باوجود اس سے وجہ نہیں پوچھ سکا تھا' پھر جیسے اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔۔ اب تم اسے لے آؤ۔"

"یہ میں نہیں کروں گا۔ نہ میں نے اسے نکالا ہے' نہ میں اسے لے کر آؤں گا۔ وہ خود آنا چاہتی ہے تو آجائے۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"اور ڈاکٹر صاحب یہ سب نہیں ہونے دیں گے۔ وہ اپنی مرضی سے گئی ہے یا تم نے اسے نکالا ہے' ڈاکٹر صاحب کا پیغام یہی ہے کہ تم جا کر معذرت کر کے اسے لے کر آؤ۔" سالار خاموش رہا۔

"میرے ساتھ چلو' ابھی اسے لے آتے ہیں۔"

"میں نہیں جاؤں گا' ڈاکٹر صاحب سے میں خود بات کر لوں گا۔"

"ابھی کرو بات۔"

"میں ابھی بات نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں' وہ کچھ دن وہاں رہے' یہ اس کے لیے اچھا ہو گا۔"

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فرقان اگلے دو گھنٹے وہیں بیٹھا اسے سمجھاتا رہا' لیکن وہ اس کے انکار کو اقرار میں بدل نہیں سکا۔ وہ بے حد ناخوش سالار کے اپارٹمنٹ سے گیا اور اس کی خفگی نے سالار کی فرسٹریشن میں اضافہ کیا۔

اس نے فرقان سے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ واقعی امامہ کو گھر سے بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اس نے اسے دھمکانے کی کوشش کی تھی اور اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ واقعی اٹھ کر چلی جائے گی۔ اس کے اس طرح چلے جانے سے سالار کے اشتعال میں اضافہ ہوا۔ اس سے شادی کے بعد وہ پہلی بار ضد میں آیا تھا اور یہ صحیح تھا یا غلط' ایک مرد کی طرح اب اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ فرسٹریٹڈ تھا' اپ سیٹ تھا' لیکن اب ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

ڈاکٹر سبط علی اگلے چار دن اس کا انتظار کرتے رہے۔ وہ نہیں آیا' نہ ہی اس نے انہیں فون کیا۔ انہیں خود اسے فون کرنے میں عار تھا۔ انہیں کہیں نہ کہیں یہ توقع تھی کہ وہ ان کا اتنا احترام ضرور کرتا تھا کہ ان کا پیغام ملنے پر آجائے گا' لیکن اس کی مکمل خاموشی نے جیسے انہیں ذہنی دھچکا پہنچایا تھا۔ امامہ اس دن سے انہیں کے گھر پر تھی۔ انہوں نے یہ بہتر سمجھا تھا کہ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو جاتا' وہ انہیں کے گھر رہے۔ فرقان' ڈاکٹر سبط علی کے گھر اور سالار کے اپارٹمنٹ کے درمیان گھن چکر بنا ہوا تھا۔ وہ ہر روز ڈاکٹر صاحب کے پاس آرہا تھا' یہ جیسے اس کی طرف سے اس شرمندگی کو ظاہر کرنے کی ایک کوشش تھی' جو وہ سالار کے اس رویے پر محسوس کر رہا تھا۔

اس صورت حال میں سب سے زیادہ ابتر ذہنی حالت امامہ کی تھی۔ اسے یہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ سالار اس کے معاملے میں اس طرح کا رویہ دکھا سکتا ہے۔ وہ گھر میں ڈاکٹر صاحب اور کلثوم آنٹی کی پریشانی دیکھ کر خود کو اور بھی زیادہ مجرم محسوس کر رہی تھی اور اسی ذہنی تناؤ کی وجہ سے اسے بخار رہنے لگا تھا۔

چوتھے دن ڈاکٹر سبط علی نے سالار کو فون کر دیا۔ وہ آفس میں بیٹھا ہوا تھا' اور سیل پر ڈاکٹر صاحب کا نمبر دیکھتے ہوئے وہ چند لمحے ہل نہیں سکا۔ یہ ایک ایسی کال تھی جس سے وہ بچنا بھی چاہتا تھا اور جسے وہ اٹینڈ نہ کرنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا تھا۔ رسمی سلام دعا کے بعد ڈاکٹر سبط علی نے کسی تمہید کے بغیر اس سے کہا۔

"آپ اگر شام کو میری طرف آسکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں آجاتا ہوں۔ اگر معاملہ حل ہو سکا تو بہتر ہو گا' ورنہ معاملہ ختم کر لیں گے۔"

ان کے الفاظ میں اس کے لیے کسی قسم کا ابہام نہیں تھا۔

"میں آجاؤں گا۔"

"مہربانی ہو گی آپ کی۔" انہوں نے کسی مزید بات کے بغیر سلام کر کے فون بند کر دیا۔

وہ فون ہاتھ میں پکڑے بیٹھا رہا۔ ڈاکٹر سبط علی کا یہ لہجہ اس کے لیے نیا تھا' لیکن غیر متوقع نہیں تھا۔ غیر متوقع صرف وہ جملہ تھا جو انہوں نے آخر میں کہا۔ معاملہ ختم کرنے تک کی نوبت کیسے آگئی تھی' اس کے نزدیک یہ صرف ایک جھگڑا تھا۔ پہلی بار اس کے پیٹ میں گرہیں پڑی تھیں۔

اس شام کو ڈاکٹر سبط علی نے ہمیشہ کی طرح اسے دروازے پر ریسیو نہیں کیا تھا' نہ اس سے مصافحہ کیا اور نہ ہی وہ اس کے لیے اٹھے تھے۔ وہ ملازم کے ساتھ اندر آیا۔ ڈاکٹر سبط علی لاؤنج میں کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ اس کے آنے پر انہوں نے وہ کتاب بند کر کے ایک طرف رکھ دی۔ سالار سلام کرنے کے بعد سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں تم سے بہت لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا' سالار!" سالار نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ پہلی بار ان کے منہ سے تم کا طرز تخاطب سن رہا تھا اور وہ بھی اپنے لیے' ورنہ وہ اپنے ملازم کو بھی آپ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

"میں پچھلے چار دن سے صرف اس بات پر شرمندہ ہوں کہ میں نے امامہ کی شادی تم سے کیوں کروائی۔۔۔ تم اس قابل نہیں تھے۔ محبت کے دعوے کرنا اور بات ہوتی ہے' لیکن کسی عورت کو اپنے گھر میں عزت سے رکھنا' ایک بالکل الگ بات۔۔۔ تم صرف پہلا کام کر سکتے تھے۔"

لاؤنج سے منسلک کمرے میں وہ ڈاکٹر صاحب کی آواز اور اس کی خاموشی دونوں کو سن رہی تھی۔

"اپنی بیوی کو اس طرح گھر سے نکالنے والے مرد کو میں مرد تو کیا انسان بھی نہیں سمجھتا۔ تمہیں اگر اس بات کا پاس نہیں تھا کہ وہ تمہاری بیوی ہے' تو اس بات کا پاس ہونا چاہیے تھا کہ وہ میری بیٹی ہے۔ میری بیٹی کو تم نے اس طرح خالی ہاتھ آدھی رات کو گھر سے نکالا ہے۔"

"میں نے اسے گھر سے نہیں نکالا وہ خود۔۔۔" سالار نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

ڈاکٹر صاحب نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم نے گاڑی ارینج کی تھی۔" اندر بیٹھی امامہ کانپنے لگی تھی۔ اس نے ڈاکٹر صاحب کو کبھی اتنی بلند آواز میں بات کرتے نہیں سنا تھا۔

"تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ تم اس کے کریکٹر کے بارے میں بات کرو؟"

سالار نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا' اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ بات میں نے کیوں کی تھی؟" اندر بیٹھی امامہ کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ صرف یہی ایک بات تھی جس پر وہ گلٹی تھی اور جس کا اعتراف وہ اتنے دن سے کسی سے نہیں کر پائی تھی۔

"میں اس سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔ میں تمہارے کردار کو نہیں جانتا' لیکن وہ نو سال سے میرے پاس ہے وہ کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس پر تم اس کے کردار پر انگلی اٹھاتے۔"

اسے یقین تھا وہ اب جلال کا نام لے گا۔۔۔ اب لے گا۔۔۔ اس کا پورا جسم سرد پڑ رہا تھا۔ ایک' دو' تین' چار' پانچ۔۔۔ اس کا دل سیکنڈز سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔ سالار کا ایک جملہ اس وقت ڈاکٹر صاحب کی نظروں میں اسے ہمیشہ کے لیے گرانے والا تھا' لیکن اس طرف خاموشی تھی۔

پھر امامہ نے اس کی آواز سنی' ایک لمحے کے لیے اسے لگا' اس کا دل رک جائے گا۔

"آئی ایم سوری۔" اسے یقین نہیں آیا' یہ وہ جملہ نہیں تھا جسے سننے کی اسے توقع تھی۔ اس کی معذرت نے اسے شاک دیا تھا تو ڈاکٹر صاحب کو کچھ اور مشتعل کیا۔

"ایک بات یاد رکھنا تم سالار۔۔۔ جو کچھ تمہیں زندگی میں ملنا ہے' اس عورت کے مقدر سے ملنا ہے۔۔۔ یہ تمہاری زندگی سے نکل گئی تو خواری کے سوا اور کچھ نہیں ہاتھ آنا تمہارے۔۔۔ ہاتھ ملو گے ساری عمر تم۔۔۔ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اللہ نے تمہیں امامہ کا کفیل بنایا ہے۔۔۔ کبھی رازق بننے کی کوشش بھی مت کرنا' تم رازق نہیں ہو اس کے۔۔۔ اللہ تم سے بہتر کفیل دے دے گا اسے۔۔۔ تم سے زیادہ مہربان' تم سے زیادہ خیال رکھنے والا۔۔۔"

"وہ "کاٹو تو لہو نہیں" کے مصداق بنا بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر سبط علی نے کبھی ایسی باتیں نہیں کی تھیں۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ شرم ساری سی شرم ساری تھی جو وہ محسوس کر رہا تھا اور اندر بیٹھی امامہ بھی ندامت کے ایک ایسے ہی سمندر میں غرق تھی۔

"اسے گھر میں رکھنا ہے تو عزت سے رکھو' ورنہ ابھی اور اسی وقت اس کو چھوڑ دو۔ تم سے کئی گنا اچھے انسان کے ساتھ بیاہ دوں گا جو اسے تم سے زیادہ اچھے طریقے سے اپنے گھر کی عزت بنا کر رکھے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں، آپ سے اور اس سے بہت شرمندہ ہوں۔ آپ اسے بلائیں، میں اس سے معذرت کرلیتا ہوں۔"
سے گھٹنے ٹیکنے میں دیر نہیں لگی تھی۔
اندر بیٹھی امامہ زمین میں جیسے گڑ کر رہ گئی تھی۔ یہ آخری چیز تھی جس کی توقع اسے سالار سے تھی۔
کلثوم آنٹی اسے بلانے آئی تھیں اور اس کا دل چاہا تھا کہ وہ کہیں بھاگ جائے۔ زندگی میں اپنے شوہر کا جھکا ہوا سر دیکھنے سے بڑی ندامت کا سامنا اس نے آج تک نہیں کیا تھا، کیا ملامت تھی جو لاؤنج میں آکر بیٹھتے ہوئے اس نے خود کو کی تھی۔ یہ سب کچھ اس کی غلطی سے شروع ہوا تھا۔
"میں بہت زیادہ معذرت خواہ ہوں جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جو کچھ کیا، غلط کیا میں نے، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اس نے سر یا نظریں اٹھائے بغیر اس کے بیٹھتے ہی کہا تھا۔ امامہ کے رنج میں کچھ اور اضافہ ہوا۔ آج سالار کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی اور اس کا ذمہ دار وہ اپنے آپ کو ٹھہرا رہی تھی۔
"بیٹا! آپ جانا چاہ رہی ہیں تو چلی جائیں اور نہیں جانا چاہیں تو..." ڈاکٹر صاحب نے اس سے کہا۔
"نہیں، میں جانا چاہتی ہوں۔" اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے پھر اپنا سامان پیک کرلیں۔" ڈاکٹر صاحب نے اس سے کہا، وہ اٹھ کر کمرے میں آگئی۔ دو دن پہلے کلثوم آنٹی نے اسے کچھ کپڑے اور ضرورت کی چیزیں لاکر دی تھیں، اس نے انہیں ایک بیگ میں رکھ لیا۔ ڈاکٹر صاحب، امامہ کے اٹھتے ہی اسٹڈی روم میں چلے گئے اور وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔
"بیٹا کھانا لگواؤں۔" کلثوم آنٹی نے جیسے ماحول کو بہتر کرنے کی کوشش کی۔
"نہیں، میں کھانا کھا کر آیا تھا۔"
اس نے اب بھی نظریں نہیں اٹھائیں۔ وہ نظریں اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔
ملازم سوفٹ ڈرنک کا ایک گلاس اسے دے کر گیا۔ سالار نے کچھ کہے بغیر گلاس اٹھا کر چند گھونٹ لے کر رکھ دیا۔
اسے اپنی چیزیں پیک کرکے باہر آنے میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ سالار نے کھڑے ہو کر خاموشی سے اس سے بیگ لے لیا۔ ڈاکٹر صاحب بھی تب تک اسٹڈی روم سے نکل آئے تھے۔ وہ ان دونوں کو گاڑی تک چھوڑنے آئے تھے مگر ہمیشہ کی طرح وہ سالار سے بغل گیر نہیں ہوئے۔
گاڑی کے سڑک پر آنے تک دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی، پھر سالار نے کہا۔
"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں" "I mis behaved with you"
وہ دوبارہ اس سے معذرت کی توقع نہیں کررہی تھی۔
"سالار، میں تم سے بہت شرمندہ ہوں مجھے نہیں پتا تھا کہ ابو کو اتنا غصہ آئے گا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ..."
سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔ "نہیں، ٹھیک کیا انہوں نے جو بھی کیا، غلط تو کچھ بھی نہیں کیا انہوں نے، لیکن میں نے تمہارے کیریکٹر کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔"
"تمہارا مطلب ہے، تم یہ سب کچھ کہو گے اور میں یہ نہ سمجھوں کہ تم میرے کیریکٹر پر انگلی اٹھا رہے ہو؟"
سالار خاموش رہا تھا۔
"وہ مجھے اتفاقاً" اس دن پارکنگ میں مل گیا تھا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔ سالار نے اس بار اسے نہیں ٹوکا۔
"ابھی چند ماہ پہلے اس نے دوسری شادی کی ہے... اس نے لنچ کے لیے اصرار کیا... مجھے خیال بھی نہیں آیا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تمہیں بُرا لگ سکتا ہے اور میں نے تو لنچ بھی نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہے پھر وہ آدمی اور اس کی مسز آگئیں۔ مجھے دیر ہو رہی تھی تو میں وہاں سے گھر آگئی' بس اتنی سی بات تھی۔ میری غلطی بس یہ تھی کہ میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ میں اس سے ملی تھی۔"

"اور میری غلطی یہ تھی کہ میں نے تمہاری بات نہیں سنی' سن لینی چاہیے تھی' I over reacted۔"

وہ اب مدھم آواز میں اعتراف کر رہا تھا۔

"بے عزتی کروانی تھی اس لیے۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ اس وقت اس کی کس قدر احسان مند ہو رہی تھی' لیکن وہ کہہ نہیں پا رہی تھی۔ اس کی ایک لمحے کی خاموشی نے اس کی عزت رکھی تھی اور پچھلے تمام دن کے رویوں کا جیسے کفارہ ادا کر دیا تھا۔ وہ احسان مندی کے علاوہ اس وقت اس شخص کے لیے کچھ محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس وقت تشکر اور شرمندگی' کے سوا کوئی تیسری چیز اس کے پاس نہیں تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تمہیں کسی آدمی کے ساتھ میرا ملنا اتنا برا لگے گا' ورنہ میں تو کبھی..." کچھ دیر کے بعد اس نے کہا تھا۔

سالار نے اس کی بات کاٹی۔ "وہ "کوئی" آدمی نہیں تھا امامہ!"

"وہ اب میرے لیے صرف "کوئی" آدمی ہے۔" سالار نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اس نے ناک رگڑتے ہوئے آنکھوں کو ایک بار پھر صاف کرنے کی کوشش کی۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟"

"ہاں' ٹھیک ہے۔" اس نے امامہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر جیسے ٹمپریچر چیک کیا۔

"بخار ہے؟"

"تھوڑا سا ہے۔"

"ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔"

"نہیں میڈیسن لے رہی ہوں میں... بیگ میں ہے۔" وہ خاموش ہو گیا۔

انہوں نے ایسی خاموشی میں پہلے کبھی سفر نہیں کیا تھا۔ اس ایک واقعے نے اعتماد کے اس رشتے میں کچھ عجیب دراڑیں ڈالی تھیں جو پچھلے چند ماہ میں ان کے درمیان بن گیا تھا۔

اس رات گھر آکر بھی ان کے درمیان بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ امامہ میڈیسن لے کر سونے کے لیے لیٹ گئی اور سالار تقریباً" ساری رات اسٹڈی روم میں بیٹھا سگریٹ پیتا رہا۔ وہ پچھلی تین چار راتوں سے یہی کچھ کر رہا تھا' لیکن آج وہ بہت زیادہ پریشان تھا۔ آخری چیز جس کی وہ کبھی توقع نہیں کر سکتا تھا' وہ ڈاکٹر سبط علی کا ایسا ہتک آمیز رویہ تھا۔ یہ سب اس کی اپنی غلطی کا نتیجہ تھا اور اسے یہ ماننے میں عار نہیں تھا۔

اس کو اتنا غصہ کیوں آیا؟ اور اس طرح کا غصہ؟ وہ خود بھی یہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ غصیل نہیں تھا۔ کم از کم پچھلے دس سالوں میں ایسے بہت کم مواقع آئے تھے' جن پر کسی سے اس کی خفگی اتنی طویل ہوئی' جتنی امامہ سے ہو گئی تھی۔ وہ جلال سے جیلس نہیں تھا' وہ ان سیکیور تھا۔ وہ اس کے معاملے میں کس طرح بے اختیار تھی' اس کا مظاہرہ وہ دس سال پہلے بہت اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ جلال کا ایک دم دوبارہ ان کی زندگی کے منظر نامے میں اس طرح نمودار ہونا' سالار کو ایک مرد کے طور پر بے حد ہتک محسوس ہوئی تھی۔

وہ پچھلے کئی مہینوں سے اسے خوش کرنے کے لیے آخری حد تک جا رہا تھا۔ اس نے اس کے ناز نخرے اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ شعوری اور لاشعوری طور پر ایک مرد کی طرح وہ ہر وہ چیز کر رہا تھا جو امامہ کو خوش

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتی۔ اسے یقین تھا' وہ سب کچھ امامہ کے دل سے جلال انصر نامی شخص سے متعلقہ ہر طرح کے جذبات نکال دے گا اور اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ ایسا ہو بھی رہا ہے۔ وہ اس کے قریب آرہی تھی' لیکن جلال انصر کسی بھوت کی طرح یک دم دوبارہ نمودار ہو گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے اتنی خوب صورتی سے دھوکا دے رہی تھی۔

وہ دو دن پہلے ہونے والی ایک ایک بات کو یاد کر کے سلگتا رہا۔ وہ اگر اتفاقی ملاقات بھی تھی تو اس کے بعد اس نے امامہ کی جو حالت دیکھی تھی' وہ اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ چار دن تک وہ آفس' گھر' جم ہر جگہ صرف ایک ہی بات کے بارے میں سوچ سوچ کر جیسے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی؟

اس دن اس کے آفس میں جو آخری چیز امامہ بھولی تھی' وہ باتھ روم بیسن کی سل پر اس کی شادی کی رنگ تھی۔ وہ رنگ اس کے جانے کے بعد سالار کو وہاں ملی تھی۔ اس کا خیال تھا اسے گھر پہنچ کر رنگ یاد آجائے گی' لیکن اس دن تو کیا اگلے دو دن تک امامہ کو وہ رنگ یاد نہیں آئی تھی۔ یہ بات سالار کے لیے حیران کن تھی۔ وہ مسلسل انگلی میں رہنے والی کسی قیمتی چیز کو اس طرح کیسے فراموش کر سکتی تھی۔

جلال انصر سے ہونے والی اس ملاقات کے بعد اس نے اس رنگ کے اتارنے کو جیسے نیا مفہوم پہنا دیا تھا۔ اس کی زندگی میں سالار سکندر کے ساتھ باندھے ہوئے اس رشتے کی شاید وقتی اہمیت تھی' دلی نہیں۔ سالار کو ایک نیا مفہوم ڈھونڈنے میں دیر نہیں لگی تھی' مگر اس اشتعال میں بھی وہ کوئی ایسا ارادہ نہیں رکھتا تھا کہ امامہ کے ساتھ ہونے والے اس جھگڑے کو' جلال کے نام کا ٹیگ لگا کر سب کے سامنے رکھ دیتا۔ اس کے حوالے سے یہ ایک آخری چیز تھی' جو وہ کرتا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ چند دن مزید اسے اسی طرح وہاں رہنے دے گا اور پھر آنے کے لیے کہہ دے گا' لیکن ڈاکٹر سبط علی کے گھر جانے کے بعد معاملات نے جو رخ اختیار کیا تھا' وہ اس کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

"باجی! آپ کہاں تھیں؟"

اگلی صبح وہ ملازمہ کے بیل دینے پر جاگی تھی۔ دروازہ کھولنے پر اسے دیکھتے ہی ملازمہ نے پوچھا۔

"میں چند دن اپنے گھر رہنے کے لیے گئی ہوئی تھی۔" اس نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" ملازمہ نے اس کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! نہیں' بس تھوڑا سا بخار ہے اور کچھ نہیں۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"کوئی خوش خبری تو نہیں ہے باجی؟"

وہ بیڈ روم کی طرف جاتے جاتے ملازمہ کے جوش پر ٹھٹکی اور پھر بری طرح شرمندہ ہوئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے' تم صفائی کرو۔"

منہ ہاتھ دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے جب وہ واپس آئی تو ملازمہ اسٹڈی روم کی صفائی کر رہی تھی۔ سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرے ایش ٹرے نے اسے چونکا دیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے باجی! سالار صاحب سگریٹ پینے لگے ہیں۔ ہر روز اسی طرح ایش ٹرے بھرا ہوتا ہے سگریٹوں سے۔۔۔ اب روز روز تو کوئی مہمان نہیں آتا ہوگا۔" ملازمہ نے ایش ٹرے خالی کرتے ہوئے اس پر جیسے انکشاف کیا۔

وہ جواب دیے بغیر وہاں سے نکل آئی۔ کچن کے فریج میں ہر چیز اسی طرح پڑی تھی جس طرح وہ چھوڑ کر گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ یقیناً" پچھلے کچھ دنوں میں گھر پر کھانا نہیں کھا رہا تھا' ورنہ فریز کی ہوئی چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ استعمال ہوا ہوتا۔
فون کی بیل ہونے پر' وہ کچن میں اپنے لیے ناشتا بناتے ہوئے باہر نکل آئی۔ وہ سالار تھا جو عام طور پر اسی وقت اسے کال کیا کرتا تھا۔ اتنے دنوں کے وقفے کے بعد فون پر اس کی آواز اسے بے حد عجیب لگی تھی۔
"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے کہا تھا۔
"ناشتا کر کے گئے تھے آفس؟" اسے کچن میں کوئی استعمال شدہ برتن نظر نہیں آیا تھا۔
"نہیں' لیٹ ہو گیا تھا۔ ناشتے کے لیے ٹائم نہیں تھا۔"
"مجھے جگا دیا ہوتا' میں بنا دیتی۔" اس نے کہا۔
"نہیں' مجھے بھوک بھی نہیں تھی۔" رسمی جملوں کے بعد اب وہ خندق آگئی تھی جس سے دونوں بچنا چاہ رہے تھے اور بچ نہیں پا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کچھ کہنے کے لیے ان کے پاس یک دم الفاظ نہیں رہے تھے۔
"اور؟" وہ خود کوئی بات ڈھونڈنے میں ناکام رہنے کے بعد اس سے پوچھنے لگا۔
"کچھ نہیں۔" وہ بھی اتنی ہی خالی تھی۔
"رات کو کہیں باہر کھانا کھانے چلیں گے۔" اس نے کہا۔
"اچھا۔" گفتگو پھر اسکوائر ون پر آگئی۔ سالار نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔
وہ بہت دیر ریسیور پکڑے بیٹھی رہی۔ بہت فرق تھا اس گفتگو میں جو وہ ایک ہفتہ پہلے فون پر کرتے تھے اور اس گفتگو میں جو وہ اب کر رہے تھے۔ دراڑیں بھرنا زیادہ مشکل تھا کیوں کہ نشان کبھی نہیں جاتے' وہ بھی یہی وقت محسوس کر رہے تھے۔
اس نے زندگی میں اس ایک ہفتے میں جو کچھ سیکھا تھا' وہ شادی کے اتنے مہینوں میں نہیں سیکھا تھا۔ کسی انسان کی محبت کبھی "غیر مشروط" نہیں ہو سکتی۔ خاص طور پر تب' جب کوئی محبت' شادی نام کے رشتے میں بھی بندھی ہو۔ سالار کی محبت بھی نہیں تھی۔ ایک ناخوش گوار واقعہ اسے آسمان سے زمین پر لے آیا تھا۔ وہ زمینی حقائق اسے پہلی بار نظر آئے تھے' جو پہلے اس کی نظروں سے اوجھل تھے۔ وہ صرف محبوبہ نہیں تھی' بیوی بن چکی تھی۔ ایک مرد کے لیے اسے اب زندگی' دل اور ذہن سے نکالنا زیادہ آسان تھا۔ سالار نے دوسروں کی نظروں میں اس کی عزت ضرور رکھ لی تھی' لیکن اس کی اپنی نظروں میں اسے بہت بے وقعت کر دیا تھا۔ خوش فہمیوں اور توقعات کا پہاڑ آہستہ آہستہ ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔
وہ شام کو جلدی گھر آگیا تھا اور وہ جانتی تھی کہ یہ ارادی طور پر تھا۔ اس کے لیے بیرونی دروازہ کھولنے پر اس نے ہمیشہ کی طرح گرم جوشی سے اسے اپنے ساتھ نہیں لگایا تھا۔ اس سے نظر ملانا' مسکرانا اور اس کے قریب آنا شاید اس کے لیے بھی بہت مشکل ہو گیا تھا۔ پہلے سب کچھ بے اختیار ہوتا تھا' اب کوشش کے باوجود بھی نہیں ہو پا رہا تھا۔
کھانے کے لیے باہر جاتے ہوئے بھی گاڑی میں ویسی ہی خاموشی تھی۔ دونوں وقفے وقفے سے کچھ پوچھتے پھر یک حرفی جواب کے بعد خاموش ہو جاتے۔
وہ پہلا ڈنر تھا جو انہوں نے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے اپنی ڈنر پلیٹ کو دیکھتے ہوئے کیا تھا اور دونوں نے کھانا کسی دلچسپی کے بغیر کھایا تھا۔
واپسی بھی اسی خاموشی کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ ایک بار پھر سونے کے لیے بیڈ روم میں اور وہ اسٹڈی روم میں چلا گیا۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

☼ ☼ ☼

اگلی صبح اس نے ایش ٹرے پھر سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا دیکھا۔ وہ فجر کے بعد اسٹڈی روم میں گئی' جب وہ جم میں تھا۔ وہ بھرا ہوا ایش ٹرے' اس کی ذہنی حالت کو کسی دوسری چیز سے زیادہ بہتر طریقے سے بیان کر رہا تھا۔ وہ اس بات سے پریشان ہوئی کہ وہ اسموکر نہیں تھا' لیکن عادی بن رہا تھا۔ پوچھنے کا فائدہ نہیں تھا' اس کے پاس کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی۔

اگلے دن وہ تقریباً" ایک ہفتے کے بعد ناشتے کی ٹیبل پر تھے۔ بات کرنا' نظر ملانے سے زیادہ آسان تھا اور وہ بات کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ شرمندگی اور ان تکلیف دہ احساسات کو ختم کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے جو اس ٹیبل پر بن بلائے مہمانوں کی طرح موجود تھے' لیکن وہ مہمان ٹیبل چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔

ایک ہفتہ کے بعد ہی وہ گھر کا بنا ہوا لنچ آفس لے کر جا رہا تھا۔ وہ امامہ سے کہہ نہیں سکا کہ اس نے پورا ہفتہ گھر پر ناشتے سمیت کھانا کھانا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ گھر اتنے دن اس کے لیے بھوت بنگلہ بنا رہا۔ گھر سے نکلتے ہوئے اس نے امامہ سے کہا۔

"میری دراز میں تمہاری رنگ ہے' وہ لے لینا۔" امامہ نے جیسے کرنٹ کھا کر اپنا ہاتھ دیکھا۔

"میری رنگ...؟" وہ رنگ اسے پہلی بار یاد آئی تھی۔

"وہ میں نے کہاں رکھ دی؟"

"میرے آفس کے واش روم میں۔" اس نے باہر نکلتے ہوئے بے تاثر لہجے میں کہا' وہ کھڑی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

کئی دنوں کے بعد اس رات سالار نے رغبت سے کھانا کھایا تھا۔ وہ عام طور پر ایک چپاتی سے زیادہ نہیں کھاتا تھا' لیکن آج اس نے دو چپاتیاں کھائی تھیں۔

"اور بنا دوں؟" امامہ نے اسے دوسری چپاتی لیتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ وہ خود چاول کھا رہی تھی۔

"نہیں' میں پہلے ہی اوور ایٹنگ کر رہا ہوں۔" اس نے منع کر دیا۔

امامہ نے اس کی پلیٹ میں کچھ سبزی ڈالنے کی کوشش کی' اس نے روک دیا۔

"نہیں' میں ویسے ہی کھانا چاہ رہا ہوں۔" امامہ نے کچھ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ بے حد گہری سوچ میں ڈوبا اس چپاتی کے لقمے لے رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اس کے ہاتھ کی چپاتی پسند ہے' لیکن اس نے اسے صرف چپاتی کھاتے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس دن پہلی بار اس نے آخری لقمہ اسے نہیں دیا۔ وہ کھانا کھانے کے بعد ٹیبل سے اٹھ گیا۔ وہ برتن اکٹھے کر رہی تھی' جب وہ کچھ پیپرز لیے آیا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" امامہ نے کچھ حیرانی سے ان پیپرز کو دیکھا جو وہ اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

"بیٹھ کر دیکھ لو۔" وہ خود بھی کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھ گیا۔

وہ بھی کچھ الجھے انداز میں پیپرز لے کر بیٹھ گئی۔

پیپرز پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"طلاق کے پیپرز ہیں یہ؟" وہ بمشکل بول سکی۔

"نہیں' میں نے اپنے وکیل سے ایک divorce deed تیار کروایا ہے۔ اگر کبھی خدانخواستہ ایسی صورت حال ہو گئی کہ ہمیں الگ ہونا پڑا تو یہ تمام معاملات کو پہلے سے کچھ خوش اسلوبی سے طے کرنے کی ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کوشش ہے۔"

"مجھے تمہاری بات سمجھ نہیں آئی۔" وہ اب بھی حواس باختہ تھی۔

"ڈرو مت... یہ کوئی دھمکی نہیں ہے۔ میں نے یہ پیپرز تمہارے تحفظ کے لیے تیار کروائے ہیں۔" سالار نے اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"کیسا تحفظ؟" اسے اب بھی ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔

"میں نے علیحدگی کی صورت میں فنانشل سیکورٹی اور بچوں کی کسٹڈی تمہیں دی ہے۔"

"لیکن میں تو طلاق نہیں مانگ رہی۔" اس کی ساری گفتگو اس کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھی۔

"میں بھی تمہیں طلاق نہیں دے رہا' صرف قانونی طور پر خود کو پابند کر رہا ہوں کہ میں علیحدگی کے کیس کو کورٹ میں نہیں لے جاؤں گا۔ فیملی کے ذریعے معاملات کو طے کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر نہ ہوئے تو میں تمہیں علیحدگی کا حق دے دوں گا اور ایسی صورت میں اگر ہمارے بچے ہوئے تو ان کی کسٹڈی تمہیں دے دوں گا۔ ایک گھر اور کچھ رقم بھی تمہیں دوں گا۔ جو بھی چیزیں اس سارے عرصے میں حق مہر' تحائف' جیولری یا روپے اور پراپرٹی کی صورت میں تمہیں دوں گا' وہ سب خلع یا طلاق' دونوں صورتوں میں تمہاری ملکیت ہوں گی' میں ان کا دعویٰ نہیں کروں گا۔"

"یہ سب کیوں کر رہے ہو تم؟" اس نے بے حد خائف انداز میں اس کی بات کاٹی۔

"میں اپنے آپ سے ڈر گیا ہوں امامہ۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"میں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ مجھے تم پر اتنا غصہ آسکتا ہے۔ میں نے تمہیں گھر سے نہیں نکالا' لیکن میں نے اس رات یہ پروا نہیں کی کہ تم گھر سے جا رہی ہو تو کیوں جا رہی ہو اور کہاں جا رہی ہو؟ میں اتنا مشتعل تھا کہ مجھے کوئی پروا نہیں تھی کہ تم بحفاظت کہیں پہنچی بھی ہو یا نہیں۔" وہ بے حد صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔

"اور پھر اتنے دن میں نے ڈاکٹر صاحب کی بھی بات نہیں سنی۔

I just wanted to punish you" وہ ایک لمحہ کے لیے رکا۔

"اور اس سب نے مجھے خوف زدہ کر دیا۔ میرا غصہ ختم ہوا تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اتنا گر سکتا ہوں' میں تمہارے ساتھ اس طرح بی ہیو کر سکتا ہوں' لیکن میں نے کیا۔ بہرحال میں انسان ہی ہوں' تم کو ساتھی کے بجائے حریف سمجھوں گا تو شاید آئندہ بھی کبھی ایسا کروں۔ ابھی شادی کو تھوڑا وقت ہوا ہے۔ مجھے بہت محبت ہے تم سے' میں بہت خوشی خوشی یہ سارے وعدے کر سکتا ہوں تم سے' سب کچھ دے سکتا ہوں تمہیں' لیکن کچھ عرصے بعد کوئی ایسی سچویشن آگئی تو پتا نہیں ہمارے درمیان کتنی تلخی ہو جائے۔ تب شاید میں اتنی سخاوت نہ دکھا سکوں اور ایک عام مرد کی طرح خود غرض بن کر تمہیں تنگ کروں۔ اس لیے ابھی ان دنوں' جب میرا دل بہت بڑا ہے تمہارے لیے' تو میں نے کوشش کی ہے کہ یہ معاملات طے ہو جائیں' صرف زبانی وعدے نہ کروں تمہارے ساتھ۔ میری طرف سے میرے والد کے سگنیچرز ہیں اس پر' تم ڈاکٹر صاحب سے بھی اس پر سائن کروالو۔ ڈاکٹر صاحب چاہیں تو یہ پیپرز وہ اپنے پاس رکھ لیں یا تم اپنے لاکر میں رکھوا دو۔" وہ آنکھوں میں آنسو لیے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"میں نے تو تم سے کوئی سیکیورٹی نہیں مانگی۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"لیکن مجھے تو دینی چاہیے نا... میں یہ پیپرز جذبات میں آکر نہیں دے رہا ہوں تمہیں' یہ سب کچھ بہت سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں بہت پوزیسو' بہت ان سیکیور ہوں امامہ..."

وہ ایک لمحہ کے لیے ہونٹ کاٹتے ہوئے رکا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اور اگر کبھی ایسا ہوا کہ تم مجھے چھوڑنا چاہو تو میں تمہیں کتنا تنگ کر سکتا ہوں، تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے، لیکن مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔" وہ پھر رک کر ہونٹ کاٹنے لگا تھا۔

"تم میرا ایسا واحد اثاثہ ہو، جسے میں پاس رکھنے کے لیے فیئر اور فاؤل کی تمیز کے بغیر کچھ بھی کر سکتا ہوں اور یہ احساس بہت خوف ناک ہے میرے لیے۔ میں تمہیں تکلیف پہنچانا چاہتا ہوں، نہ تمہاری حق تلفی چاہتا ہوں۔ ہم جب تک ساتھ رہیں گے، بہت اچھے طریقے سے رہیں گے اور اگر کبھی الگ ہو جائیں تو میں چاہتا ہوں ایک دوسرے کو تکلیف دیے بغیر الگ ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھپکتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ پیپرز ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی۔

☼ ☼ ☼

پودوں کو پانی کب سے نہیں دیا؟ اگلی صبح اس نے ناشتے کی ٹیبل پر سالار سے پوچھا۔

"پودوں کو؟" وہ چونکا۔

"پتا نہیں... شاید کافی دن ہو گئے۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

"سارے پودے سوکھ رہے تھے۔" وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے حیران ہوئی تھی۔ وہ جم سے آنے کے بعد روز صبح پودوں کو پانی دیا کرتا تھا۔ اس سے پہلے کبھی امامہ نے اسے اپنی روٹین بھولتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سلائس کھاتے کھاتے یک دم اٹھ کر ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ چند منٹوں کے بعد وہ کچھ پریشان سا واپس آیا تھا۔

"ہاں، مجھے خیال ہی نہیں رہا۔" اس صبح وہ پودوں کو پانی دے کر آئی تھی۔

"تمہاری گاڑی فی الحال میں استعمال کر رہا ہوں۔ دو چار دن میں میری گاڑی آجائے گی تو تمہاری چھوڑ دوں گا۔" اس نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے امامہ سے کہا۔

"تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

"ورکشاپ میں ہے لگ گئی تھی۔" اس نے عام سے لہجے میں اسے کہا، وہ چونک گئی۔

"کیسے لگ گئی؟"

"پتا نہیں کیسے لگ گئی، میں نے کسی گاڑی کے پیچھے ماردی تھی۔" وہ کچھ معذرت خواہانہ انداز میں اسے بتا رہا تھا۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی، وہ سلائس پر مکھن لگا رہا تھا۔ وہ ایکسپرٹ ڈرائیور تھا اور یہ ناممکن تھا کہ وہ کسی گاڑی کو پیچھے سے ٹکر مار دے۔

گھر میں آنے والی دراڑیں مرد اور عورت پر مختلف طریقے سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ عورت کی پریشانی آنسو بہانے، کھانا چھوڑ دینے اور بیمار ہو جانے تک ہوتی ہے۔ مرد ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتا اس کا ہر ردِ عمل اس کے آس پاس کی دنیا پر اثر انداز ہوتا ہے، مگر وہ ایک رشتہ دونوں کے وجود پر اپنا عکس چھوڑتا ہے۔ مضبوط ہو تب بھی، کمزور ہو تب بھی، ٹوٹ رہا ہو تب بھی دونوں اپنی مرضی سے اس رشتے سے نکلنا چاہ رہے ہوں، تب بھی۔

امامہ نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں۔

☼ ☼ ☼

اس رات وہ ڈاکٹر صاحب کے گھر اس واقعے کے بعد پہلی بار ان کے لیکچر کے لیے گیا تھا۔ امامہ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ عام طور پر لیکچر والے دن وہاں آتے ہوئے امامہ کو ساتھ لے آیا کرتا تھا یا سعیدہ اماں کی طرف چھوڑ دیتا تھا جن کا گھر وہاں سے دس پندرہ منٹ کے فاصلے پر تھا۔ جتنی دیر وہ لیکچر سنتا امامہ، سعیدہ اماں یا آنٹی کے پاس بیٹھی رہتی پھر وہ وہاں سے کھانا کھا کر آجاتے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈاکٹر صاحب نے آج بھی سالار کا استقبال کسی گرم جوشی کے بغیر صرف ہاتھ ملا کر کیا تھا۔ لیکچر کے بعد ڈنر پر بھی انہوں نے سالار کے لیے وہ پرانی توجہ نہیں دکھائی۔ ڈنر پر فرقان بھی تھا اور ڈاکٹر صاحب فرقان سے گفتگو میں مصروف رہے۔ سالار سے ہونے والی تھوڑی سی بات چیت آنٹی نے کی تھی۔ سالار سے زیادہ اس رات اس رویے کو امامہ نے محسوس کیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سبط علی کی کسی کے لیے ایسی خفگی پہلی بار دیکھی تھی۔ وہ خفگی اس کی وجہ سے اور اس کے لیے تھی' اس کے باوجود امامہ کو ان کا رویہ سالار کو نظر انداز کرنا بری طرح چبھا تھا۔ واپس آتے ہوئے وہ پریشان تھی۔

اس رات وہ سونے کے لیے نہیں گئی تھی' ایک ناول لے کر وہ اسٹڈی روم میں آگئی تھی۔ وہ کام کرنے کے بجائے سگریٹ سلگائے بیٹھا تھا' اسے دیکھ کر اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"کمرے میں اکیلے بیٹھی بور ہوتی' اس لیے سوچا یہاں آجاؤں۔"

اس نے سگریٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے سالار کو تاویل دی۔

"تم ڈسٹرب تو نہیں ہوگے؟" اس نے سالار سے پوچھا۔

"نہیں بالکل نہیں۔" وہ کچھ حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ راکنگ چیئر پر جا کر بیٹھ گئی اور اس نے ناول کھول لیا۔ وہ سگریٹ پینا چاہتا تھا' لیکن وہ اس کے سامنے سگریٹ نہیں پیتا تھا۔ امامہ یہ جانتی تھی اور وہ اسی لیے وہاں آکر بیٹھی تھی۔

کچھ دیر وہ بے مقصد اسے دیکھتا رہا پھر اپنا لیپ ٹاپ نکال کر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کام کرنے لگا تھا۔ کافی دنوں کے بعد اس رات اس نے پریشان ہو کر سگریٹ پینے کے بجائے کام کیا تھا۔ بے حد ان کمفرٹیبل ہونے کے باوجود بھی وہ پچھلے ایک ہفتے میں صرف گھر آکر ہی نہیں' آفس میں بھی اسی طرح چین اسموکنگ کر رہا تھا اور اب اسے عادتاً" طلب ہو رہی تھی۔

ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد اس نے بالآخر امامہ کو مخاطب کیا۔

"تم سو جاؤ۔ کافی رات ہو گئی ہے۔" امامہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم فارغ ہو گئے ہو؟"

"نہیں' مجھے ابھی کافی کام ہے۔"

"تو پھر میں بیٹھی ہوں ابھی' تم کام ختم کر لو' میرا بھی ایک چیپٹر رہتا ہے۔"

سالار بے اختیار گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

یعنی وہ آج رات مزید کوئی سگریٹ نہیں پی سکتا تھا۔ اس نے ایش ٹرے میں سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑے کو دیکھتے ہوئے قدرے مایوسی سے سوچا۔

مزید ایک گھنٹے کے بعد جب وہ فارغ ہوا تو وہ تب تک اسی راکنگ چیئر پر سو چکی تھی۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا بے مقصد اسے دیکھتا رہا۔

اگلے چند دن اسی طرح ہوتا رہا' وہ اس کے کام کے وقت آکر اسٹڈی روم میں بیٹھ جاتی اور وہ پھر مجبوراً" کام ہی کرتا رہتا۔ ان کے درمیان آہستہ آہستہ گفتگو ہونے لگی اور اس کا آغاز امامہ ہی کرتی تھی۔ سالار بے حد شرمندہ تھا اور اس کی خاموشی کی بنیادی وجہ یہی تھی۔ وہ اس پورے واقعے سے بری طرح ہرٹ ہونے کے باوجود اسے بھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ڈاکٹر سبط علی نے اگلے ہفتے بھی سالار کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا تھا۔ اس بار امامہ کو پہلے سے بھی زیادہ رنج ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

☼ ☼ ☼

"ابو! آپ سالار سے اچھی طرح بات کیوں نہیں کرتے؟"

امامہ اگلے دن سہ پہر کو ڈاکٹر سبط علی کے آفس سے آنے کے بعد ان کے گھر آئی تھی۔

"کیسے بات کرنی چاہیے؟" وہ بے حد سنجیدہ تھے۔

"جیسے آپ پہلے بات کرتے تھے۔"

"پہلے سالار نے یہ سب کچھ نہیں کیا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے بڑی خوش گمانیاں تھیں۔" وہ مدھم آواز میں بولے۔

"ابو! وہ بُرا نہیں ہے' وہ بہت اچھا ہے۔ میری غلطی تھی ورنہ شاید بات اتنی نہ بڑھتی۔ وہ بہت عزّت کرتا ہے میری' بہت خیال رکھتا ہے' لیکن اب یہ سب ہونے کے بعد وہ بہت پریشان ہے۔" وہ سر جھکائے وضاحتیں دے رہی تھی۔

"آپ جب اسے اس طرح اگنور کرتے ہیں تو مجھے بہت ہتک محسوس ہوتی ہے' وہ یہ سلوک تو ڈیزرو نہیں کرتا۔ فرقان بھائی کے سامنے کتنی بے عزّتی محسوس ہوتی ہوگی اسے۔" وہ بے حد رنجیدہ تھی۔

ڈاکٹر سبط علی بے ساختہ ہنس پڑے۔ امامہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

"میں جانتا ہوں سالار بُرا آدمی نہیں ہے' وہ پریشان اور نادم ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قصور اس کا زیادہ نہیں ہے اور میرا اس کے ساتھ رویّہ آپ کو برا لگتا ہوگا۔" وہ حیرانی سے ڈاکٹر سبط علی کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"بیٹا! میں آپ کو اسی بات کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ مرد جب غصے میں گھر چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ جیسے جاتا ہے' ویسے ہی آجاتا ہے۔ اس کے گھر سے جانے پر' اس کی اپنی عزّت پر حرف آتا ہے نہ اس کی بیوی کی عزّت پر حرف آتا ہے' لیکن عورت جب غصے میں گھر سے نکلتی ہے تو اپنی اور مرد' دونوں کی عزّت لے کر باہر آجاتی ہے۔ وہ واپس آجائے' تب بھی مرد کی اور عورت' دونوں کی عزّت کم ہو جاتی ہے۔ جھگڑا ہوا تھا کوئی بات نہیں' اس نے غصے میں برا بھلا کہا' جانے کا کہہ دیا۔ آپ گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتیں وہ ہاتھ پکڑ کر تو نہیں نکال رہا تھا۔ صبح ہوتی اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ ایک آدھ دن میں بات ختم ہو جاتی' اتنا بڑا مسئلہ نہ بنتا۔" وہ رسانیت سے اسے سمجھا رہے تھے۔

"مرد کے دل میں اس عورت کی عزّت کبھی نہیں ہوتی' جسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھر کی دہلیز پار کرنے کی عادت ہو اور یہ دوسری بار ہوا ہے۔" اس نے چونک کر ڈاکٹر صاحب کو دیکھا وہ مسکرا رہے تھے۔

"یاد ہے شادی کے دوسرے دن بھی آپ ناراض ہو کر سعیدہ اماں کے پاس رہ گئی تھیں۔"

امامہ نے نادم ہو کر سر جھکا لیا۔ اسے یہ واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔

"مرد کے ساتھ انا کا مقابلہ کرنے والی عورت بے وقوف ہوتی ہے۔ وہ اسے اپنا دشمن بنا لیتی ہے۔ اکھڑپن اور ضد کر کے مرد سے بات منوائی جا سکتی ہے' اس کے دل میں اپنی محبت اور عزّت نہیں بڑھائی جا سکتی۔ اللہ نے آپ کو بہت محبت کرنے والا اور بہت سی خوبیوں والا شوہر دیا ہے۔ اس نے آپ کی عیب جوئی نہیں کی' بلکہ معذرت کر کے آپ کو ساتھ لے گیا۔ بہت کم مردوں میں یہ صفت ہوتی ہے' تو اگر کبھی کوئی کوتاہی ہو جائے اس سے یا کوئی گلہ ہو تو اس کی مہربانیاں یاد کر لیا کریں۔" وہ سر جھکائے خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی۔

"اگر میں یہ سب باتیں اس وقت آپ کو سمجھاتا جب آپ یہاں آئی تھیں تو آپ میری بات کبھی نہ سمجھتیں۔ آپ کو لگتا آپ کے اپنے والدین ہوتے تو وہ اس سچویشن میں آپ کو سمجھاتے نہیں صرف سپورٹ کرتے۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے یہ باتیں تب نہیں سمجھائیں میں نے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہے تھے۔ وہ اسے اس وقت یہ سب کچھ کہتے تو وہ بُری طرح دل برداشتہ ہوتی۔ اس نے کچھ کہے بغیر وہ پیپرز نکال کر انہیں دیے جو سالار نے اسے دیے تھے۔

"یہ سالار نے دیے ہیں مجھے، لیکن مجھے ضرورت نہیں ہے ان کی، آپ اسے بتادیں۔"

ڈاکٹر سبط علی بے حد گہری مسکراہٹ کے ساتھ وہ پیپرز پڑھتے رہے، پھر ہنس پڑے۔

"اس نے یہ بہت مناسب اور حکمت والا کام کیا ہے۔ اپنے پاس آنے والے اکثر مردوں کو، میں ان معاملات کے حوالے سے، اسی طرح کے تصفیے کا کہتا ہوں اور کئی مردوں نے کیا بھی ہے۔ سالار کے ذہن میں بھی وہی چیز ہے، لیکن اس نے آپ کے لیے کچھ زیادہ کردیا ہے۔"

وہ پیپرز پر نظر ڈالتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

"لیکن میں..." وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ بھی اس کا کچھ زیادہ خیال رکھا کریں۔"

وہ اسے پیپرز لوٹا رہے تھے، یہ جیسے گفتگو ختم کرنے کا اشارہ تھا۔

☼ ☼ ☼

اس دن وہ پورا راستہ ڈاکٹر صاحب کی باتوں کے بارے میں سوچتی رہی۔ انہوں نے اسے کبھی نصیحتیں نہیں کی تھیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس طرح کی باتیں کی تھیں۔ کوئی نہ کوئی غلطی انہوں نے اس کی بھی محسوس کی تھی کہ اس طرح اسے سمجھانے لگے تھے۔ وہ کھانا پکاتے ہوئے بھی ان کی باتوں کے بارے میں سوچتی رہی۔

"تم ڈاکٹر صاحب کے پاس گئی تھیں؟" سالار نے شام کو گھر آتے ہی اس سے سوال کیا۔

"ہاں۔ تمہیں کیسے پتا چلا؟" وہ کھانے کے برتن ٹیبل پر لگا رہی تھی۔

"انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔" وہ گردن سے ٹائی نکالتے ہوئے بولا۔

"اوہ۔ کچھ کہا انہوں نے تم سے؟" اس نے سالار کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ بس ویسے ہی کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔"

امامہ کو محسوس ہوا وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ کی طرح کپڑے تبدیل کرنے کے لیے بیڈ روم میں جانے کے بجائے، ٹائی نکال کر بے مقصد کچن کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا، ڈش میں پڑا سلاد کھانے میں مصروف تھا۔

"آج کیا ہے کھانے میں؟" شادی کے اتنے مہینوں میں، آج پہلی دفعہ اس نے یہ سوال کیا تھا۔

امامہ نے اسے بتایا لیکن وہ حیران ہوئی تھی۔

"اور سویٹ ڈش؟" یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ اچنبھا لے کر آیا تھا۔ وہ میٹھے کا شوقین نہیں تھا۔

"کل چائنیز بنانا۔" وہ ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ کھانے کے معاملے میں فرمائشیں کرنے کا کہاں عادی تھا۔

"کل بھی چائنیز تھا۔" فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے، اس نے سادہ لہجے میں سالار کو یاد دلایا۔ وہ گڑبڑا گیا۔

"ہاں، کل بھی چائنیز تھا کوئی بات نہیں، کل پھر چائنیز سہی۔

آئی مین۔ اس میں کوئی ہرج نہیں۔" امامہ نے صرف سر ہلا دیا۔

وہ اب فریج سے چپاتیاں بنانے کے لیے آٹا نکال رہی تھی۔

"Aqua Blue کلر تم پر اچھا لگتا ہے۔" وہ فریج کا دروازہ کھولے جیسے کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔ اس نے بے حد

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY